بانی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ

رئیس التحریر
شیخ الحدیث مفکر اسلام
مولانا مفتی محمود

ہفت روزہ خدام الدین
لاہور پاکستان

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

19/40

فی شمارہ
۴۰ پیسے

۶ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ
یکم مارچ ۱۹۷۴ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

جلد نمبر ۔۔۔ ۱۹
شمارہ نمبر ۔۔۔ ۴۰

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ماں باپ کی خدمت

ماں باپ کی اطاعت

رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل آیت ۲۵)

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے۔ اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع و فروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہیے — اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے۔ اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادت مند ہوگے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص و حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کروگے تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ فرض کرو اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی فروگذاشت ہوگئی، پھر توبہ و رجوع کیا تو اللہ بخشنے والا ہے۔

ماں کی خدمت

حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا۔ میرا ارادہ ہے کہ جہاد کروں۔ اور میں آپؐ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے؟ اس نے کہا "ہاں"۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسی کی خدمت میں رہ کر خدمت کرو۔ اس لیے کہ جنّت اسی کے قدموں کے پاس ہے۔ (نسائی شریف)

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت فاطمہؓ کا بیان ہے۔ کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ماں کے قدموں سے چمٹ جاؤ کیونکہ جنّت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔

اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے ؎

جنّت سرائے مادر آنست
زیر قدمات مادر آنست
روزی بکن اے خدائے مارا
چیزے کہ رضائے مادر آنست

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی والدہ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا ہے۔ اس شخص نے پوچھا اے ابن عمرؓ بھلا میں نے اپنے اس عمل سے والدہ کو اس کی خدمت کا بدلہ دے دیا؟ انہوں نے فرمایا۔ نہیں بدلا کہاں، البتہ تم نے اچھا عمل کیا ہے۔ تمہارے اس تھوڑے عمل پر اللہ تعالےٰ تمہیں زیادہ اجر دیں گے۔

ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: "مجھ سے ایک بڑا گناہ ہوگیا۔ کیا میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ آپؐ نے پوچھا کیا تیری ماں ہے؟ کہا "نہیں"۔ آپؐ نے پوچھا کیا خالہ ہے؟ کہا "ہاں" ہے۔ فرمایا اس سے حسن سلوک سے پیش آیا کرو۔"

مشرکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میری ماں میرے گھر آئیں اور وہ صُلح حدیبیہ کے معاہدے تک ایمان نہیں لائی تھیں۔ میں نے آپؐ سے فتوےٰ لیا۔ میری والدہ آئی ہیں اور وہ مجھ سے حسن سلوک کی خواہش مند ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں"۔ تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہو۔

(بحوالہ ریاض الصالحین صفحہ ۱۵۵-۱۵۶)

والد کی رضا

رِضَا الرَّبِّ فِیْ رِضَا الْوَالِدِ وَسُخْطُہٗ فِیْ سُخْطِ الْوَالِدِ (ترمذی شریف)

ترجمہ: پروردگار کی رضا والد کی رضا میں اور اس کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے

تشریح: حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ والد کی رضا کا خیال رکھو۔ اس کی ناراضگی سے بچو۔ اگر والد راضی ہے تو حق تعالےٰ راضی ہونگے اگر والد ناراض ہے تو حق تعالےٰ ناراض ہوں گے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کو راضی رکھنا چاہتا ہے والد کو راضی کرے۔ اگر والد کی بے ادبی کی، گستاخی سے پیش آیا، خدمت نہ کی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

"والد کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھنا مقبول حج کا ثواب رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ والدہ کا حق والد سے بھی زیادہ ہے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ بھائی جو والدین کو راضی کر کے اللہ تعالےٰ کو راضی کر لیتے ہیں۔

ماں کی خدمت کا بدلہ

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ

ترجمہ: جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

تشریح: بچوں کی تربیت میں ماؤں کو بہت مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ پھر جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس پر فرض ہے کہ اپنے والدین کی دل و جان سے خدمت بجا لائے۔ ان کے سامنے اُف تک نہ کرے۔ مالی، جانی جو خدمات بھی ممکن ہوں ذرہ بھر کمی نہ کرے۔ حسن سلوک کی سب سے زیادہ مستحق والدہ ہے۔ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یعنی ماں کی خدمت کا بدلہ جنّت ہے ماں کی وجہ سے ماں کی بہنیں اور سہیلیاں بھی خدمت کی مستحق ہیں۔

ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک

مَا اٰمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ جَائِعًا جَارُہٗ جَائِعٌ۔

ترجمہ: وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا جس کا ہمسایہ رات کو بھوکا رہا۔

تشریح: ماں باپ کے ساتھ ساتھ ہمسایوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ جو شخص خود پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے مگر اس کا پڑوسی رات کو بھوک کی وجہ سے کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ ایسا شخص گویا صحیح معنوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا۔ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا تو بھوکے پڑوسی کو ضرور کھانا کھلاتا۔ کتنی زبردست دھمکی ہے ان دولتمندوں کے لیے جن کے پڑوسی فقر و فاقہ میں مبتلا رہتے ہیں۔

عبادت کا جوہر

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ (ترمذی شریف)

ترجمہ: دعا عبادت کا جوہر ہے۔

تشریح: تمام مالی اور بدنی عبادتیں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں مگر تمام عبادات کا خلاصہ دعا ہے۔ وہ آدمی بڑا خوش قسمت ہے جسے اللہ تعالےٰ نے دعا کی توفیق نصیب فرما رکھی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے مانگنا تمام عبادتوں کا جوہر ہے۔ دنیا کے امراء و سلاطین بار بار مانگنے سے تنگ آجاتے ہیں لیکن حق تعالےٰ اتنے سخی اور کریم ہیں کہ مانگنے سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور ان لوگوں سے ناراض ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ سے نہیں مانگتے — اگر ہم اللہ تعالےٰ سے دعا نہ کریں تو حق تعالےٰ بھی ہماری پروا نہیں کریں گے۔ پس اس حدیث میں دعا کی رغبت دلائی گئی ہے کہ اللہ سے مانگنا ہی عبادت کا مغز ہے۔

خدام الدین
فون ۶۷۵۳۵
۶ر صفر المظفر ۱۳۹۴ھ
یکم مارچ ۱۹۷۴ء
جلد ۱۹ شمارہ ۴۰

مندرجات

- احادیث الرسولؐ
- اداریہ
- شہادت امام مظلوم حضرت عثمانؓ
- خطبہ جمعہ
- اسلامی معاشرے کی تعمیر
- حضرت امیر معاویہؓ
- کشمکش حق و باطل
- قرآن کا تصور اور انسان
- بحث و مذاکرہ
- طبی معلومات
- بچوں کا صفحہ - ایک شفیق باپ

بدلِ اشتراک
سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے
فی شمارہ ——— ۴۰ پیسے

مدیر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

سچے دوست

معمر القذافی مصری پارلیمنٹ میں!

اتحاد کا خنجر سامراج کے سینے میں گھونپ دیا جائیگا

لیبیا کے صدر کرنل قذافی نے کہا ہے کہ مصر اور لیبیا کے دشمن اپنی ذہنی تسکین کیلئے اختلافات کا ذکر کر کے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ اور ہم ایک ہیں۔ "مصر اسلام کا مضبوط قلعہ ہے اور اس نے مسلمانوں کو کبھی مایوس نہیں کیا" مصر نے اسرائیل پر سچی فتح حاصل کی ہے اور اس نے عربوں کا وقار بلند کر دیا ہے۔ کرنل قذافی کی اس تقریر سے اعدائے اسلام کی امیدوں پر پانی پھر گیا ہے اور اسلامیانِ عالم اور سامراج دشمن اقوام کو بیحد مسرت ہوتی ہے کیوں کہ جب سے مصر لیبیا ادغام کا پروگرام منسوخ ہوا ہے یہودی اور اینگلو امریکی خبر رساں ایجنسیاں اور نشریاتی ادارے دو بھائیوں کے ذاتی اور وقتی اختلافات پر مستقل دشمنی کا رنگ چڑھا کر اسرائیل اور اس کے پشت پناہوں کی ذلت و رسوائی سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لئے سرپٹ دوڑے چلے جا رہے تھے کہ مصری پارلیمنٹ نے اپنی شیر دل مجاہد افواج کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے خصوصی اجلاس منعقد کیا، جس میں زائرے کے صدر موبوتو بھی شریک تھے ——— صدر مصر جناب انور السّادات نے پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا، اسرائیل پر مصر، شام اور دوسرے عرب مجاہدین کی موجودہ فتح تاریخ عرب میں پانچ صدیوں بعد پہلی فتح ہے جس سے عرب پسماندگی اور شکست خوردگی کے احساس پر غلبہ پا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا ———

لقد قهرت كل من القوات المسلحة المصرية والسورية القوات الاسرائيلة وهذا النصر سيكون خاتمة عهد من التاخر والانهدام دام خمس مائة عام بتاريخ العرب ——— صدر سادات نے مزید کہا ہم نے اپنے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ ہم اس وقت تک اپنے کاندھے سے ہتھیار نہیں اتاریں گے جب تک کہ تمام عرب سرزمین یہودی تسلّط سے آزاد نہیں کرا لیتے۔ سادات کے ان الفاظ نے اپنے مرحوم قائد کی رُوح کو کتنا خوش کیا ہے۔ جمال عبدالناصر نے ایک دفعہ مصری مسلّح افواج اور اپنے محبوب عوام سے خطاب کرتے ہوتے اعلان کیا تھا ———

انا نعاهد الله لا نستريح حتى نستخلص كل قطعة من ارض المقدسة

ہم اپنے اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ ارض مقدس کا ایک ایک چپّہ آزاد نہیں کر لیتے ——— صدر معمر القذافی کی آمد کی خبر مصری حکام کو اس وقت پہنچی جب صدر سادات ۱۹ فروری کو پارلیمنٹ کے خصوصی اجلاس میں خطاب کرنے کے لئے پہنچ چکے تھے۔ اطلاع ملنے پر سادات پارلیمنٹ کی عمارت سے باہر آ گئے۔ دونوں رہنما ایک دوسرے سے گلے مل گئے، بعد میں صدر قذافی نے مصری پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ مصر اور لیبیا کے درمیان کوئی اختلافات نہیں ہیں، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مصر اور لیبیا جدا ہو رہے ہیں وہ پرلے درجے کے احمق ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو تلوار سے پانی کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چھ اکتوبر کو نہر سوئز عبور کر کے اسرائیل پر آگ برسانے والے مصری فوجیوں کو صدر قذافی نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے پُرزور الفاظ میں کہا یہ تعریف نہیں بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اکتوبر کی جنگ نے ہمارے اس یقین کو مستحکم کر دیا ہے کہ مصر عربوں کی جدوجہد کا ایک مضبوط قلعہ ہے۔ تقریر ختم کرنے کے بعد قذافی صدر سادات سے دوبارہ بغلگیر ہوتے۔ اجلاس کے بعد

(باقی ص۱۴ پر)

شہادت امام مظلوم خلیفۃ المسلمین

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد اکرم لدھیانوی

امیر المومنین خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تاریخ اسلام کا خونیں باب اور عظیم سانحہ ہے اس واقعہ نے وحدت ملی اور اسلامی شیرازہ بندی کو پارہ پارہ کر دیا مسلمانوں کی تلواریں پہلی مرتبہ مسلمانوں ہی کے خلاف میان سے باہر نکلیں اور مسلمان ہزاروں کی تعداد میں شہید ہوئے اور پھر دوبارہ ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو سکے۔

شہادت سے قبل خلیفہ ثالث نے خود فرمایا تھا۔

"یاد رکھو! بخدا! اگر تم نے آج مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے۔"

خلیفہ مظلوم کے یہ الفاظ بالکل سچ ثابت ہوئے۔

خلافت عثمانؓ :

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ سال تک نہایت ہر دلعزیزی اور بے نظیر کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔ آپ کے عہد خلافت میں سندھ سے لے کر جبر الٹر تک اسلام کا علم لہرایا۔ قیصر روم آپ ہی کے عہد میں مارا گیا روما کی عظمت پارینہ آپ ہی کے دور خلافت میں خاک میں ملی۔ ہر جگہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

یہودی شرارت

لیکن اس فارغ البالی اور خوشحالی سے دشمنان اسلام رشک و حسد اور بغض و کینہ کی آگ میں جل رہے تھے چنانچہ انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر بغض و عداوت کے جذبات کو ہوا دی اور اسلامی وحدت و یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اسلامی مرکزیت و خلافت میں رخنہ اندازیاں کیں اور ہر چہار طرف سے خلیفۃ المسلمین کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ ان شر پسندوں کا سرغنہ عبد اللہ ابن سبا المعروف ابن السوداء تھا جو یہودیت سے بطمع مال و زر ایمان لایا تھا لیکن سچا ایمان دار نہ ہوا تھا۔ اہل بیت کی محبت کی آڑ میں لوگوں کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور حضرات شیخینؓ کے خلاف اکساتا تھا۔ ان کے خلاف بہتان تراشتا تھا۔ لوگوں کو حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا۔ بعض شہروں میں شر پسند اس کی طرف مائل ہو گئے۔ عبد اللہ ابن سبا کے مقلدین کوفہ، بصرہ اور مصر میں پھیل گئے۔ ان میں خالد بن ملجم، سودان بن حمران، کنانہ بن بشیر، حمران ابن ابان، غافقی ابن حرب قابل ذکر ہیں۔ یہ شر پسند صوبوں کے عمال کے متعلق ظلم اور ناانصافی کے جھوٹے افسانے گھڑ گھڑ کر دوسرے صوبوں میں پہنچاتے تاکہ مشہور ہو جائے کہ حضرت عثمانؓ نے ظالم عامل مقرر کر رکھے ہیں اور عہد عثمانؓ میں ہر طرف ظلم ہو رہا ہے۔ اور رعایا بڑی تنگ ہے۔

تحقیقات حالات

جب شر پسندوں کے جھوٹے افسانے مدینہ منورہ میں پہنچنے لگے تو حضرت عثمانؓ نے تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا تاکہ وہ ہر صوبے میں جا کر وہاں کے حالات معلوم کرے۔ تحقیقاتی کمیشن نے رپورٹ دی "ہم نے نہ تو عمال و والیان ملک کی کوئی برائی دیکھی اور نہ عوام و خواص کو ان کی شکایات کرتے پایا۔"

اس کے بعد امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے تمام عمال کو موسم حج پر مکہ معظمہ طلب کیا اور ساتھ ہی اعلان کروا دیا کہ میرے عمال موسم حج میں آئیں گے، جس شخص کو میرے عمال سے کوئی نقصان پہنچا ہو یا کوئی شکایت ہو تو اس موقع پر آکر اپنا حق حاصل کرے۔ آئندہ حج میں تمام عمال شریک ہوئے۔ اور آپ نے حقیقت حال معلوم کی حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

مفسدین کی مدینۃ النبیؐ پر چڑھائی

مفسدین نے باہم عہد و پیمان کیا کہ جب صوبجات کے گورنر واپس چلے جائیں تو فوراً حضرت عثمانؓ پر حملہ کر دیا جائے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے لہذا انہوں نے طے کیا کہ آئندہ موسم حج میں فلاں روز مدینہ پر چڑھائی کر دی جائے چنانچہ حسب پروگرام یہ لوگ شوال ۳۵ھ میں کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایک ایک ہزار کی تعداد میں حج کا ارادہ ظاہر کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑے اور مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ذو خشب، اعوص اور ذو المروہ میں آ ٹھہرے اور ان کے سرغنے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس آئے لیکن صاف جواب پایا۔ مفسدین نے خلیفۃ المسلمین پر الزامات لگائے۔ امیر المومنینؓ نے ایک مجلس میں ان کے سب الزامات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ جب جھوٹے الزامات پیش کر کے منہ کی کھائی تو کہا کہ آپ کے عامل بہت ظلم کرتے ہیں، چنانچہ آپ نے ان کے کہنے اور حضرت علیؓ کی سفارش سے عبد اللہ ابن ابی سرح کو مصر کی حکومت سے معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا اور حکم لکھ دیا کہ مصر کا گورنر اپنے عہدے کا چارج محمد بن ابی بکر کو دیدے۔

مفسدین کی نئی چال

جب مفسدین کو خائب و خاسر واپس لوٹنا پڑا تو اب انہوں نے نئی چال چلی اور چند روز بعد دوبارہ واپس لوٹ آئے اور جب ان سے واپسی کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ حضرت عثمانؓ کا ایک خط مصر کے گورنر کے نام پکڑا گیا ہے جس میں انہوں نے عبد الرحمان بن عدیس، عمرو ابن الحمق، عروہ بن البیاع پر درے لگانے، قید کرنے، سر اور داڑھیاں مونڈھنے اور بعض کو سولی دینے کا لکھا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کی اس سازش کو تاڑ گئے۔ حضرت علیؓ نے کوفیوں اور مصریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ تم ان سے منزلوں کی مسافت پر تھے۔ تم لوگ کیسے ایک ہی وقت معین پر واپس ہوئے۔ واللہ! یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعتیں صاف نہیں۔ بلوائیوں نے جواب دیا۔ آپ جو چاہیں خیال کریں۔ ہمیں عثمان کی خلافت منظور نہیں وہ خلافت سے الگ ہو جائیں۔

قصر خلافت کا محاصرہ

آخر مفسدین نے قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ تین دن تک تو مفسدین نے آپ کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت دیئے رکھی مگر جب یہ دیکھا کہ آپؓ کے مسجد میں جانے سے ان کا بھرم کھلتا ہے تو پھر مسجد میں جانے سے بھی روک دیا اور خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی:-

اِنَّ اللّٰہَ سَیُقَمِّصُکَ قَمِیْصًا فَاِنْ اَرَادَ الْمُنَافِقُوْنَ اَنْ تَنْزَعَھَا فَلَا تَنْزَعْھَا۔

(اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائیں گے اگر منافقین یہ چاہیں کہ تم اس کو اتار دو تو ہرگز نہ اتارنا) اور فرمایا۔ یاد رکھو! اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تم پھر کبھی مل کر نہ ایک مسجد میں نماز پڑھو گے اور نہ کبھی متفق ہو کر دشمن کا مقابلہ کرو گے اور تمہارا اتحاد قائم نہیں رہے گا۔"

مفسدین کی سختیاں

اس مشفقانہ نصیحت کا باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ الٹا انہوں نے محاصرہ میں اس قدر شدت کر دی کہ گھر میں پانی جانا بھی بند کر دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور امہات المومنینؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے اگر تم پہنچا سکتے ہو تو پہنچاؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس کا علم ہوا تو فوراً آئے اور بلوائیوں سے فرمایا اے لوگو! تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں سے مشابہ ہے نہ کافروں سے۔ تم لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا کھانا پانی بند کر دیا۔ بلاشبہ رومی اور ایرانی کافر بھی اپنے دشمنوں کا پانی بند نہیں کرتے۔ ظالموں نے جواب دیا خواہ کچھ بھی ہو ہم پانی کا ایک قطرہ بھی اندر جانے نہیں دیں گے۔

جب اہل مدینہ کو مفسدین کی ان سختیوں کا علم ہوا تو مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ ان میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت زید بن ثابت کاتب وحی، حضرت امام حسنؓ، حضرت عبد اللہؓ ابن عباسؓ بڑے سرگرم تھے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کا علم ہوا تو جنگ کرنے سے منع کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کو امیر حج مقرر کیا اور دوسرے صحابہؓ کو جانے کا حکم دیا۔ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے لیے مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے خلاف نکلیں۔ اور

(باقی صفحہ ۶ پر)

خطبۂ جمعہ

۱۵ فروری ۱۹۷۴ء

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ

حقیقت ایمان

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو دنیا بھر کے لئے معیار قرار دیدیا

حضرت مولانا عبد القیوم ہزاروی

مرتب
عبد الرشید انصاری

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۰

اور جب انھیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے ہیں۔ خبردار! وہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔

بزرگان محترم! قرآن پاک کی یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں منافقین سے کہا گیا ہے کہ تم بھی ایسا ایمان لاؤ جیسا ایمان اور لوگ لائے ہیں۔ یہ حکم کن کو ہو رہا ہے؟ اور وہ منافقین کون تھے؟ غور فرمایئے۔ یہ منافقین وہ ہیں جو مسجد نبوی میں آ کر صحابہ کرامؓ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے اپنی زکوٰتیں حضورؐ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کو حکم ہو رہا ہے کہ تمہارا یہ ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ ایسا ایمان تمہارے لیے باعث نجات نہیں ہو سکتا اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضاء و خوشنودی کے طلبگار ہو تو ایسا ایمان لاؤ جیسا اور لوگ ایمان لاتے ہیں، کیسا ایمان؟ ابوبکر صدیقؓ جیسا ایمان، عمر فاروقؓ جیسا ایمان، عثمان غنیؓ اور علیؓ جیسا ایمان، طلحہؓ اور زبیرؓ جیسا ایمان لاؤ۔ تب تمہارا ایمان اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پا سکتا ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گویا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان کو معیار قرار دے دیا ہے۔ اور یاد رکھیے کہ یہ منافقین جن کا ایمان مردود قرار دیا گیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کرتے تھے۔ نَشْهَدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں) قرآن مجید میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (اگر یہ منافق لوگ اس طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو پھر یہ ہدایت کی راہ پا سکیں گے۔) ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ ایمان کسے کہتے ہیں؟ اور صحابہ کرامؓ کا ایمان کیسا ایمان تھا؟ جسے دنیا بھر کے لیے ایمان ٹھہرایا گیا۔ ایک واقعہ عرض کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔ واپس آئے واقعہ کا تذکرہ ہوا۔ کفار نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ راتوں رات کوئی مکہ سے بیت المقدس چلا جائے اور واپس بھی آ جائے اور ساتھ ہی ساتھ ساتوں آسمانوں کی سیر بھی کر آئے۔ ابوجہل نے سوچا آج ابوبکرؓ جیسا شہرۂ آفاق ذہین و فطین شخص یہ دعوے سن کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ دے گا۔ اسے یقین تھا کہ جیسے میں اس دعوے کو عقل کے خلاف سمجھتا ہوں ابوبکرؓ جیسا سمجھدار اور دانشمند بھی اس خلاف عقل و فہم دعوے کو مسترد کر دے گا بڑا خوش ہوا کہ آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اہم ترین اور سب سے بڑے ساتھی کے ساتھ سے محروم ہو جائیں گے۔ بھاگا بھاگا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کہنے لگا ابوبکر! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں رات کو مکہ سے بیت المقدس گیا اور پھر بیت المقدس سے واپس آ گیا تو کیا اس کی یہ بات سچ مانی جا سکتی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "پہلے یہ بتاؤ کہ ایسا کہتا کون ہے" تمہارا دوست محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ابوجہل نے جواب دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اگر وہ فرماتے ہیں تو بالکل سچ ہے" بس یہ ہے ایمان، حضرت ابوبکرؓ نے دنیا پہ ایک ہی بات میں ایمان کی حقیقت واضح کر دی اور بتا دیا کہ ایمان اسے کہتے ہیں ایسا ایمان ہونا چاہیے۔

نبی کی بات کو نبی کی بات سمجھ کر مانو! یہ ہے ایمان، عقل مانے یا نہ مانے، لوگ مانیں نہ مانیں، سائنس مانے یا نہ مانے، حکومت مانے نہ مانے، یورپ مانے یا نہ مانے، لیکن تم مان لو اور صرف اس لیے مانو کہ یہ حضور کا ارشاد ہے اس لئے اس کو برحق اور سچ مانتے ہیں۔

ایک اور واقعہ سن لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سودا کرتے ہیں معاملہ طے ہو جاتا ہے آپ گھر سے رقم لانے کے لیے تشریف لے جانے لگے تو اس نے کہا کہ میرا آپ کا سودا طے نہیں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا تو ہو گیا ہے اس لیے اب میں رقم ادا کرنے کے لیے لینے جا رہا ہوں (ممکن ہے اسے زیادہ دام کسی نے بعد میں کہہ دیئے ہوں) دریں اثنا حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ وہاں آ پہنچے وہ شخص کہنے لگا سودا طے نہیں ہوا، آپ سودا طے ہونے کا گواہ لائیے آپ نے فرمایا سودا تو ہو چکا تھا۔ حضرت خزیمہ کہنے لگے۔ سودا طے ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں۔ بیع منعقد ہو چکی ہے میں گواہ ہوں۔ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ بعد میں جناب نبی کریمؐ نے اپنے صحابیؓ سے پوچھا۔ خزیمہ! تو وہاں سودا طے ہوتے وقت تو موجود نہیں تھا پھر تو نے گواہی کیسے دے دی؟ حضرت خزیمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر خود سن کر یا دیکھ کر گواہی دیتا تو اپنے کانوں یا آنکھوں پر اعتماد کرتا یہ میں نے آپؐ کے ارشاد پر اعتماد کیا ہے جس کے غلط ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے ہم نے مان لیا دیکھا نہیں، سنا نہیں لیکن آپ کی ہر بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ تو دنیا کی بات تھی پھر اس پہ کیا ایمان نہ لاتا کہ آپ جو فرما رہے ہیں وہ سچ ہے۔

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایمان جسے قرآن پاک نے معیار قرار دے دیا ہے یعنی جب کلمہ پڑھ لیا جائے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر صدق دل سے ایمان لے آؤ۔ پھر یہ کیوں؟ اور کیسے ہو سکتا ہے؟ جیسے سوالات کے لیے کوئی گنجائش نہیں یہ سوالات تو وہ کرے جو نبیؐ کی صداقت پہ ایمان نہ رکھتا ہو اور پھر بات یہ ہے کہ اگر اپنی تسلی کر کے یا خود دیکھ کر بات مانی ہے پھر یہ تو اپنی عقل کو مانا ہے، نبیؐ کی بات تو نہیں مانی۔ دیکھ کر ماننا اور عقل میں آئے سمجھ میں آئے تب ماننا اسے ایمان نہیں کہا جاتا۔ دیکھ کر تو ہر کوئی مان لیتا ہے موت کا جب وقت آتا ہے سب ایمان لاتے ہیں۔ چہرہ کبھی ادھر ہوتا ہے کبھی ادھر ہوتا ہے۔ اعمال نامہ سامنے آ جاتا ہے۔ زندگی کا ریکارڈ آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ زندگی کا ریکارڈ موت کے وقت سامنے آ جاتا ہے اور انسان اسے دیکھ کر گھبراتا ہے۔ اب دیکھ کر مانا تو کیا فائدہ؟ وقت تو گذر گیا۔ ____ بیان القرآن میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جب سورج مغرب کی طرف سے واپس آ جائے گا تو کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا کہ کوئی ہزار بار توبہ کرے توبہ قبول نہیں ہوگی۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان لوگوں نے قیامت کا قائم ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نہیں مانا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔ یہ ماننا قبول نہیں۔ اس طرح مانو جس طرح صحابہ کرامؓ نے مانا۔ ایسے ایمان لاؤ جیسے صحابہ کرامؓ لائے تھے۔ صحابہ کرامؓ معیار حق اور معیار ایمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا

مصیبتوں کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

اسلامی معاشرے کی تعمیر
اور
اُس کے اصُول

شیخ بشیر احمد بی اے لدھیانوی

اس وقت دنیا ایک بہت بڑے اضطراب، شدید بے چینی اور درد انگیز بے قراری میں مبتلا ہے مشرق سے مغرب تک اس بے قراری کی علامات دنیا کی پیشانی پر ابھر چکی ہیں یہ انسانیت کی بیماری کا پتہ بھی دیتی ہیں اور اس کے علاج کی طرف رہنمائی بھی کرتی ہیں۔ انسانیت کی یہ بیماری اصل میں اللہ تعالیٰ کے ان حکموں کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے جو اس نے انسانی معاشرے کی اقتصادی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تنظیم کے لیے دے رکھے ہیں اس بیماری کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو پہچانے اور پھر سے ان کی پابندی اختیار کرے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی سے دنیا اس بیماری میں مبتلا ہوئی اسی زمانے سے دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا اس نئے دور کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) نئے علم و حکمت کا آغاز (۲) جمہوری نظام کی ترویج
(۳) نئے اقتصادی اور معاشی فلسفے (۴) مادہ پرستی کی طرف رجحان

ان باتوں کے شروع ہو جانے سے مذہب کو سخت صدمہ پہنچا ہے اخلاق کا دیوالہ نکل گیا۔ خدا پرستی اور دینداری ترک کر کے دولت پرستی اور خدا و آخرت کا انکار قبول کر لیا گیا۔ انسانیت نے گذشتہ دو صدیوں میں اس بے راہ روی کا جو تلخ تجربہ کیا ہے وہ اب اس سے پریشان اور بے چین ہو گئی ہے۔

اٹھارھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دنیا کی مصیبتوں کا ازالہ کرنے کے لیے شہنشاہی دلّی میں ۱۷۰۳ء میں ایک عظیم مفکر اور حکیم پیدا کیا جس نے آنے والے دور کے لیے نئی حکمت کی بنیاد رکھی اور اسے تاریخ اسلام کے نمونے کے دور خیر القرون کی روشنی میں پیش کیا۔ ان کا نام تھا قطب الدین احمد المعروف بہ امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

امام ولی اللہ دہلویؒ نے آنے والے لادینی دور کے لیے قرآنی حکمت اور نبوی دانش کو از سر نو پیش کیا چنانچہ انھوں نے معاشیات سیاسیات اخلاقیات، روحانیات، تصوف، تاریخ عالم، تاریخ اسلام وغیرہ موضوعوں پر علمی (سائنٹفک) انداز میں لکھا اور اسلامی تعلیمات کو عقل اور نقل کی روشنی میں چمکایا اور انھیں روحانیات کی گہرائی تک پہنچا دیا۔ اگر درمند حضرات گرتے ہوئے معاشرے کو نبوی دور کے اصولوں پر از سر نو قائم کرنے کے لیے عزم صمیم کر لیں تو اللہ کا فضل ان کے شامل حال ہوگا اور رفتہ رفتہ بہت سے نیک دل احباب مل کر کام کرنے کو آگے بڑھیں گے اور وہ تعمیر معاشرہ کے اعلیٰ و ارفع کام میں لگ جائیں گے۔

اس نئے معاشرہ کے اصول وہی ہونے چاہئیں جو حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن و حدیث اور خیر القرون کی روشنی میں اس دور کے لیے تجویز فرمائے ہیں یہ اسلامی اصول دنیاوی زندگی کی خوشحالی اور اخروی زندگی کی کامرانی کے لیے نہایت کافی ہیں ان اصولوں کے عملی قیام کا ایک اعلیٰ نمونہ قافلہ ولی اللہی کے سالار امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کر کے دکھایا تھا اس کے بعد اصلاح و تبلیغ کا ایک بے نظیر نمونہ خاندان ولی اللہی کے دیگر اکابرین نے عمل میں لا کر دکھایا نیا معاشرہ ان تمام اصولوں کی روشنی میں عمل پیرا ہو۔ تاکہ ہم دور حاضر کی فکری اور عملی مشکلات میں ان اصولوں سے رہنمائی حاصل کریں اور نبوی دور کے علوم و افکار کو سمجھ کر اس "نئے دور" میں دیدہ ور مسلمان کی حیثیت سے ترقی کی راہ پر گامزن رہیں۔ (وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان)

بقیہ:۔ شہادت خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خون بہے۔

قصر خلافت پر مفسدین کا حملہ

جب مدینہ کے بہت سے مسلمان اور جانثار صحابہ حج کو چلے گئے تو باغیوں نے موقع غنیمت سمجھا اور حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک دن دروازہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے جلا دیا۔ گھر پر موجود اشخاص نے حضرت عثمانؓ کے منع کرنے کے باوجود زبردست مقابلہ کیا ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ حضرت مغیرہؓ ابن الاخنس ابن شریق، حضرت حسنؓ ابن علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت محمدؓ بن طلحہؓ، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ، حضرت مروانؓ۔

شہادت حضرت عثمانؓ

جب بلوائیوں نے یہ دیکھا کہ دروازہ کی طرف سے اندر جانا مشکل ہے تو آپؓ کے پڑوسی عمر بن حزم کے گھر میں داخل ہو کر اس کی دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہو گئے۔ ایک شخص نے آپؓ سے خلافت سے دستبردار ہونے کے لیے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا پھر محمد بن ابی بکر آیا۔ آپؓ کی ریش مبارک پکڑی جب آپؓ نے اسے غیرت دلائی تو واپس چلا گیا اور دوبارہ لوٹ کر نہ آیا۔ اس کے بعد کمینوں کا ایک گروہ اندر آ پہنچا۔ حضرت عثمانؓ اس وقت قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے اور روزہ سے تھے۔ غافقی بن حرب نے لوہے کی لاٹھی آپؓ کے سر پر ماری۔ سودان بن حمران نے تلوار سے وار کیا لیکن آپؓ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ نے اسے ہاتھ پر روکا جس سے ان کے ہاتھ کی تین انگلیاں کٹ گئیں اس کے بعد کنانہ بن بشیر نے تلوار سے وار کیا اور خلافت پناہ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ خلیفہ مظلوم کا خون ناحق مصحف کریم کی آیۃ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (اللہ تعالیٰ جلد ہی ان سے نپٹ لے گا کیونکہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے) پر گرا۔ اور ظالم کو ان کے انجام کی خبر دے دی۔ جب شقی القلب مفسدوں نے اپنی بری عاقبت کے متعلق الٰہی فتویٰ کا مطالعہ کیا تو غصے سے قرآن مجید کو پرے پھینک دیا۔ عمرو بن الحمق نے سینے پر نیزے سے نو زخم مارے اور عمیر بن ضابی نے ٹھوکریں ماریں جس سے آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں —— اس کے بعد گھر کو لوٹ لیا اور پھر بیت المال کی طرف گئے اور خزانہ میں جس قدر روپیہ تھا اس سے بھی اپنے دوزخ شکم کو بھر لیا۔

تجہیز و تکفین

امیر المومنین خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔ تین روز تک بے گور و کفن پڑے رہے۔ تیسرے دن حضرت حکیمؓ ابن حزام اور جبیرؓ بن مطعم، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کو ساتھ لے کر مغرب اور عشاء کے درمیان جنازہ لے کر نکلے بعض بلوائیوں نے دفن کرنے اور جنازہ پڑھنے سے بھی تعرض کیا تو حضرت علیؓ نے سختی سے روکا۔ حضرت جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ فتنہ کا زمانہ قریب ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا۔ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا اور اس فتنے میں مظلوم شہید ہوگا۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آیت کریمہ کا ورد
حسب سابق ۲۸ر فروری بروز جمعرات مجلس ذکر کے بعد ہوگا ——

موسم سرما کے دو نادر تحفے
جوارش فرحت
کستوری، عنبر، زعفران اور دیگر بیش قیمت ادویات کا مجموعہ۔ دل، دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو بے پناہ تقویت پہنچاتی ہے۔
قیمت پانچ تولے معہ محصولڈاک بارہ روپے پیشگی بذریعہ منی آرڈر
حب زعفرانی
زعفران اور دیگر ادویات کی گولیاں عام جسمانی طاقت بحال کر کے چہرے کو شگفتہ و شاداب بنا دیتی ہیں شادی شدہ حضرات کیلئے ازحد مفید ہیں۔
قیمت فی شیشی بارہ روپے معہ محصولڈاک پیشگی بذریعہ منی آرڈر
شیراز دواخانہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور زیر سرپرستی استاذ الحکماء
حکیم آزاد شیرازی سابق پرنسپل طبیہ کالج۔

مفتی محمود کی سیاست
نور الحق قریشی کے قلم سے
جمہوری مجلس عمل سے متحدہ جمہوری محاذ تک ۵ سالہ اہم سیاسی دستاویز
جمعیت علماء اسلام کا سیاسی کردار، مفتی صاحب کی قیادت کے جاندار مظاہر
مفتی صاحب پر الزامات کی حقیقت، حمود الرحمٰن کمیشن کا بیان
مولانا ہزاروی کا سیاسی اتار چڑھاؤ، مسٹر بھٹو کا نفسیاتی مطالعہ اور
دیگر اہم عنوانات —— صفحات ۲۲۵ قیمت ۹ روپے
انشاء اللہ مارچ کے پہلے ہفتے منظر عام پر آ رہی ہے
شائع کردہ: مکتبہ احسان نزد چہلیک کچہری روڈ ملتان
فوری ۲۱ ۲ ۷۴

امیر معاویہؓ

سیرت اور حکومت پر ایک نظر

محمد نصیر ہمایوں

خلافت راشدہ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بھی شامل ہے۔ اس دور کے ختم ہو جانے پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت شروع ہوا۔ چنانچہ ان کی سیرت اور حکمرانی پر نگاہ ڈالنا بھی ضروری ہے یہ تو از روئے قرآن حکیم ثابت ہے کہ نہ بیٹا باپ کے گناہ کا ذمہ دار ہے اور نہ باپ بیٹے کا۔ ہر ایک شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اور وہ اکیلا ہی خدا کے رُوبرو جوابدہ ہوگا۔ جب محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ ان کو کیسا جانتے ہیں تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

> "وہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے والے خاص صحابیؓ تھے ہم تو ان کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں، کوئی ایسی ویسی بات ہوگی تو خدا جانے اور وہ جانیں ہم فیصلہ کرنے والے کون ہیں؟"

سبحان اللہ! کیسی بات کہہ گئے ہیں۔ کاش کہ ہم ایسی تعلیم سے تربیت حاصل کریں۔ بزرگوں کا ادب کرنا سیکھیں۔ اور آپس میں یک جان ہو کر ملت کو صحیح شکل دیں۔

مشہور امریکن عربی مورخ "فلپ کے ہٹی" اپنی کتاب "دی نیر ایسٹ ان ہسٹری" میں ص۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ:

> "۷۴۷ء میں بنی عباس کو بنی امیہ کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی۔ تو ان کے حاکم ابوالعباس نے بنی امیہ کے اسی شہزادوں کو دھوکے سے بلا کر قتل کیا اور تڑپتی ہوئی لاشوں پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد نسل کشی کا دور شروع ہوا۔ جس میں صرف ایک شہزادہ انیس سالہ عبدالرحمان اتفاقیہ بچ گیا۔ جس نے بعد میں سلطنت اندلس کو تقویت بخشی۔ عباسیوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ دمشق اور دیگر مقامات پر خلفائے بنی امیہ کی قبریں کھود کر لاشوں کو اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔ اور ہر قسم کی بے حرمتی کی گئی بات غور کرنے کی یہ ہے کہ ان تمام ہولناک اور بے پناہ انتقامی حرکات کے دوران حکم دیا گیا کہ امیر معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبروں کو نہ چھیڑا جائے۔ امیر معاویہؓ کے لیے اس سے بڑا سرٹیفکیٹ اور کیا ہو سکتا تھا؟ —

آیئے آج ہم بھی ایک نظر اس بزرگ کی سیرت پر ڈالیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اپنے باپ ابوسفیانؓ کے ساتھ ایمان لائے۔ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوسفیانؓ کی شدید اسلام دشمنی کے باوجود وہ اپنے باپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ بدر اور جنگ احد میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں لڑے۔ اس سے کئی لوگ یہ اثر لیتے ہیں کہ وہ دل سے مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن باپ کے خوف سے اس کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خوشی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مبارکباد دی۔ اس کے بعد حنین اور طائف کے غزوات میں آپ نے پورا حصہ لیا۔

اسلام لانے کے بعد امیر معاویہؓ زیادہ تر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ ان دنوں عرب میں خوشنویسی کا فن عام نہ تھا۔ لیکن امیر معاویہؓ اس فن میں مہارت رکھتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا کاتبِ وحی مقرر کر لیا اور وہ آخر تک اس منصب جلیلہ کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھاتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کے لیے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ۔

(بحوالہ مسند امام احمد بن حنبلؒ و ترمذی مناقب معاویہؓ)

ترجمہ: خدایا! معاویہؓ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا — خدایا! معاویہؓ کو ہادی اور مہدی بنا۔ اور ان کے ذریعہ سے ہدایت دے۔

اس دعائے مستجاب کے اثر سے ان کا ذہن اخلاقی فضائل سے خالی نہ تھا جیسا کہ آگے چل کر پتہ چلے گا۔ اس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث کا حوالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے اور علامہ ابن حجر نے ان الفاظ میں تصدیق کی ہے۔ رجالہ ثقات (اس کے تمام راوی ثقہ ہیں) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اَوَّلُ هٰذَا الْاَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا وَرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ اِمَارَةٌ وَرَحْمَةٌ۔"

ترجمہ: سب سے پہلے یہ نبوت اور رحمت ہے اس کے بعد خلافت کا دور ہوگا اور وہ بھی رحمت ہے۔ اس کے بعد بادشاہت ہوگی اور وہ بھی رحمت ہوگی، اس کے بعد امارت ہوگی اور وہ بھی رحمت ہوگی۔ گویا ملوکیت کے باوجود امیر معاویہؓ کی حکومت مسلمانوں کے لیے باعثِ رحمت ہوگی۔"

علامہ ابن حجر مزید فرماتے ہیں:

> "حضرت امیر معاویہؓ پہلے بادشاہ ہیں۔ اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت صحیح نہ تھی، گو اس پر ملوکیت کی مشابہت غالب آگئی تھی۔ خلافت کی بات اس لیے صحیح ہے کہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور اہل حل و عقد کے اتفاق کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت حق اور صداقت پر مبنی تھی۔"

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور دعا کا نتیجہ ہی تھا کہ امیر معاویہؓ دینی علوم کے ذوق و شوق اور تلاش و جستجو میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور جو بات سمجھ میں نہ آتی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف رجوع کرتے۔ اسی طرح پوچھ پوچھ کر انہوں نے اپنا دامن علم اتنا وسیع کر لیا تھا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ان کے علم و فضل اور فقیہ ہونے کا اعتراف کرتے تھے۔ اور احادیث نبویؐ کا ایک ذخیرہ ان کے سینہ میں محفوظ تھا۔ کتب احادیث میں ۱۶۳ احادیث ان سے مروی ہیں اور مفصلہ ذیل صحابہ کرام نے جابجا ان کے حوالے دیے ہیں۔ عبداللہ ابن عباسؓ، ابودرداؓ، جریر بن عبداللہؓ، نعمان بن بشیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوامامہ بن سہیلؓ وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کے دل و دماغ میں اسلام کا ایسا جذبہ موجزن تھا کہ اپنی آتش بیانی سے بڑے بڑے مجمعوں کو مسحور کر لیتے تھے۔

علامہ ابن طقطقی (مشہور شیعہ مورخ) "الفخری" میں حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق لکھتے ہیں:

كان حكيمًا فصيحًا بليغًا۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

> "معاویہؓ دنیا کے سمجھنے والے فہیم، علیم اور قوی حکمران تھے۔ سیاست اور تدبیر میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔"

ان کی فطری دانشوری اور سیاست اور غیر معمولی بردباری کو تمام مورخین تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کے بیدار مغز فرمانروا سمجھے جاتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کو چار سال تک ان کے ساتھ شریک رہنے کا موقع ملا تھا اور امیر المومنینؓ ان کی لیاقت اور دوراندیشی کے ازحد قدردان اور معترف تھے کہ ان کو کسریٰ عرب کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

امیر معاویہؓ رئیس المملکت ہو کر حالات عجم بطور ایک مضمون روزانہ مطالعہ کرتے تھے۔ سلاطین عرب و عجم کی داستانیں اُن کے رعایا کے ساتھ سلوک، جہانبانی کے طور طریقے اور ان کے عروج و زوال کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔

اس طرح انہوں نے اپنی سیاست اور تدبیر کی فطری استعداد کو اتنا بڑھایا اور چمکایا کہ وہ اس میدان میں اپنا مثیل آپ ہی تھے — کوئی آدمی بھی ان کے ہم پایہ اور

ہم رتبہ نہ تھا۔

ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ وہ زہد و تقویٰ میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ چنانچہ قیامت کے مواخذہ کا تذکرہ سن کر لرزہ براندام ہو جاتے تھے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ اسی حالت میں مر جائیں گے۔

ضبط و تحمّل

مشہور شیعہ مؤرخ محمد بن علی بن طبا طبا المعروف بہ ابن طقطقی "الفخری" میں لکھتے ہیں کہ:-

"معاویہؓ حلم کے موقع پر حلم اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے لیکن حلم کا پہلو غالب تھا۔"

گویا دنیاوی وجاہت کے باوجود متحمل مزاج تھے۔ ابن طقطقی مزید فرماتے ہیں کہ:-

"اشرافِ قریش میں عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، ابان بن عثمانؓ اور آل ابی طالب کے افراد معاویہؓ کے پاس دمشق آیا کرتے تھے۔ امیر معاویہؓ ان سب کی اعلیٰ پیمانہ پر مہمان نوازی کرتے تھے۔ ان کی تمام ضروریات پوری کرتے تھے اور اس کے بدلہ میں یہ لوگ ہمیشہ ان کے ساتھ سختی سے گفتگو کرتے، چیں بہ جبیں رہتے لیکن امیر معاویہؓ ان کی ایسی باتوں کو ہنسی میں ٹال دیتے تھے اور بڑی بڑی رقمیں تحفہ کے طور پر دیتے تھے بلکہ ان میں سے کئی حضرات کے مستقل وظائف مقرر تھے۔"

حکومت

حضرت امیر معاویہؓ کی فرمانروائی ایک شخصی حکومت سمجھی جاتی تھی۔ ان کی بیدار مغزی، فہم و تدبّر، تحمل، ضابطہ، نظم و نسق کے سلسلہ میں کسی مخالف کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ چند آدمیوں پر بھروسہ کر کے مشورہ ضرور کر لیا کرتے تھے۔ جن میں عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور زیاد بن ابو سفیان تھے۔ تمام اسلامی سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کر کے گورنر مقرر کیے ہوتے تھے۔ جو ان کے اہل ہوتے تھے۔ انتخاب کے وقت سخت احتیاط کی جاتی تھی اور نقص معلوم ہو جانے پر فوراً معزول کر دیے جاتے تھے۔ کوئی لحاظ روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ ان حکام کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی اور ان کے اعمال کی پوری واقفیت رکھی جاتی تھی۔ (بحوالہ سیر اصحابہ معین الدین ندوی)

اور سرحدوں پر نئے قلعے تعمیر کیے گئے۔ غیر آباد قلعوں کو از سر نو آباد کیا گیا، شہروں میں جا بجا چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ افریقہ کے شمالی ساحل پر جا بجا جہاز سازی کے کارخانے تعمیر کیے گئے جو نہ صرف سلطنت کی تقویت کا باعث بنے بلکہ لاتعداد آدمیوں کے روزگار کا سبب بنے اور متعلقہ فنی علوم کو فروغ حاصل ہوا۔

سیّدنا حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت ہی میں امیر معاویہؓ نے بحری بیڑا تیار کر لیا تھا جو ان کے اپنے دورِ حکومت میں عروج پر پہنچا۔ امیر معاویہؓ نے کم و بیش پچاس بحری معرکہ آرائیاں کیں جن میں ایک مسلمان کی جان بھی تلف نہیں ہوئی۔ (بحوالہ اسد الغابہ)

فوج عام طور پر بیرونی حملوں کے لیے ہوتی ہے لیکن اندرونی ملک کے امن و امان اور سلامتی کے لیے پولیس کا ہونا ضروری ہے۔ عراق جیسے فتنہ پسند ملک کے لیے اس کا ہونا اور بڑے انتظام کے ساتھ منضبط ہونا بڑا ضروری سمجھا گیا تھا۔ صرف کوفہ میں چار ہزار پولیس متعین تھی۔ چوری چکاری ناممکن ہو گئی تھی۔ اور عورتیں، بچے، بوڑھے مع ساز و سامان اطمینان سے ادھر ادھر کے لیے سفر کر سکتے تھے۔ (بحوالہ طبری)

مواصلات

شیعہ مؤرخ طقطقی لکھتے ہیں:-

"امیر معاویہؓ نے سرکاری ڈاک کا ایک باقاعدہ انتظام پہلی بار سلطنت اسلامیہ میں رائج کیا۔ اس کے لیے تمام ملک میں سڑکیں تیار کرائی گئیں۔ منزلیں مقرر کی گئیں اور تیز رفتار گھوڑے منزل بمنزل ڈاک پہنچا دیتے تھے۔ سلطانی فرامین کا رواج ڈالا گیا، ان کی نقول کو محفوظ رکھنے کا بندوبست کیا گیا۔ اور اس طریقہ سے امیر معاویہؓ سلطنت کے گوشہ گوشہ سے باخبر اور وابستہ رہتے تھے۔"

آبادکاری

جہاں جہاں ممکن تھا امیر معاویہؓ نے نہریں کھدوائیں اور زرعی زمینوں کی آبیاری کا بندوبست کیا۔ کئی نئے شہر آباد کیے، اجڑے شہروں کو از سر نو آباد کرایا۔ اور الجزائر میں ایک نیا شہر قیروان کے نام سے آباد کیا۔ بربری لوگ فوج کے زور سے مطیع رہتے تھے اور جب بھی ذرا وقفہ پاتے مرتد ہو کر باغی ہو جاتے۔ امیر معاویہؓ نے ایک گھنا اور خوفناک جنگل کٹوا کر نیا شہر (قیروان) آباد کرایا اور اس میں سب عرب بسا دیے۔ نیز اس کی حفاظت کے لیے جا بجا نئی چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی آباد کیں جہاں عرب بسا دیے گئے۔ (بحوالہ معجم البلدان ذکر قیروان)

جہاں جہاں دوسری حکومتوں کی سرحدیں ملتی تھیں وہاں نئی آبادیاں قائم کر کے عرب بسا دیے گئے۔ بحیرہ روم کے کئی جزیروں میں بھی ایسا کیا گیا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (مینجر)

مانگ تو اپنے خدا سے ہے وہی حاجت روا

حافظ نور محمد انور

چل رہا ہے جس کی قدرت سے نظامِ دو جہاں
ذات ہے لاریب اس کی باکمال و باصفا

عزّت و ذلّت یقیناً ہے اُسی کے ہاتھ میں
قدرتِ حق میں نہیں حائل کوئی شاہ و گدا

وقتِ مشکل صدقِ دل سے ہم پکاریں گے اُسے
مشکلیں ساری کرے گا حل ہماری کبریا

دُور رہ کر شرک سے پائیں گے ہم راہِ نجات
روزِ محشر بالیقیں ہو جائے گا فضلِ خدا

خواجۂ ہر دوسرا نے یہ دیا مجھ کو سبق
خالق و غفّار کے آگے سر اپنا تو جھکا

ماسوا کو چھوڑ کر جھک جا خدا کے سامنے
نعرۂ توحید سے ہر شرک و بدعت کو مٹا

حاجتیں ہو جائیں گی پوری تری لاریب سب
مانگ تو اپنے خدا سے ہے وہی حاجت روا

چھوڑ دے تو شرک و بدعت کی رسوماتِ کہن
تاکہ راضی تجھ پہ ہو جائے حبیبِ کبریا

جس کا انور ہے بھروسہ خالق و غفّار پر
اس کو محشر میں نہیں خوف و خطر کوئی ذرا

کشمکش حق و باطل

قومی اسمبلی میں

غیر اسلامی نظریات، فحش لٹریچر اور عریاں فلموں کے بارہ میں

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی قراردادیں

از: شفیق فاروقی

قومی اسمبلی کے موجودہ سیشن میں اب تک شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی دو اہم قراردادیں زیر بحث آچکی ہیں ان قراردادوں کا بنیادی مقصد ملک میں اخلاقی فحاشی پیدا کرنے والے اسباب کا انسداد اور لادینی نظریات کا سدباب تھا۔ تائید اور مخالفت کے دونوں نقطہ نظر بحث کے دوران ایوان کے سامنے آئے۔ گو پلڑا اکثریت کے بل بوتے پر حزب اقتدار ہی کا غالب رہا دونوں قراردادیں مسترد ہوگئیں۔ مگر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے علماء حق کی طرف سے فریضہ کلمہ حق کی ادائیگی کی بھرپور نمائندگی کی۔ ۱۷ جنوری جمعرات اور غیر سرکاری کارروائی کا دن تھا۔ اسے قدرت کی خاص توفیق کہیے یا حسن اتفاق کہ اب تک ایسا کوئی دن شیخ الحدیث مدظلہ کی کسی نہ کسی قرارداد سے خالی نہیں گیا اور ایجنڈے کی ترتیب کے لیے ہونے والی قرعہ اندازی میں مولانا صاحب مدظلہ کی قرارداد سرفہرست تھی۔ پہلی قرارداد میں عریاں اور فحش فلموں پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا۔ مولانا مدظلہ ایسے تمام فلموں کے سدباب کے لیے نیا ضابطہ بنانے پر زور دے رہے تھے جو ملک میں اخلاقی اور جنسی بے راہ روی اور معاشرہ کی خرابی کا ذریعہ بنتی جا رہی ہیں [illegible] فواحش کی اشاعت کے نتیجہ میں ہونے والی بربادی اور قدرت کی سنگین گرفت کا ذکر کر رہے تھے اور ملک کی حالت کا رونا رو رہے تھے اور یہ کہ یہ سب کچھ وہ بحیثیت مسلمان کے اپنے مسلمان بھائیوں سے کہہ رہے تھے۔

قرارداد میں کہا گیا تھا کہ اسلامی، ملکی، قومی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پاکستان بھر میں تمام قحبہ خانوں، رقص گاہوں، فحش فلموں اور فحاشی پھیلانے والے کلبوں اور قمار خانوں نیز شراب نوشی پر پابندی عاید کی جائے۔

حزب اختلاف کے ارکان راؤ خورشید علی، پروفیسر غفور احمد، مولانا ازہری، جناب احمد رضا قصوری، مولانا سید محمد علی، صاحبزادہ صفی اللہ اور دیگر حضرات نے قرارداد کے حق میں پرزور تقریریں کیں۔ جناب پیرزادہ صاحب وزیر تعلیم نے اصل قرارداد کا سارا رخ صرف عریاں فلموں کی طرف موڑتے ہوئے جوابی تقریر میں کہا کہ حکومت نئی فلم پالیسی کو آخری شکل دے رہی ہے جو زیادہ ترقی پسندانہ ہوگی اور اس میں عریانیت کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ پیرزادہ صاحب نے کہا کہ نئی فلم پالیسی کا اور ترمیمی آرڈیننس کا اعلان پندرہ دن کے اندر کر دیا جائے گا۔ یہ ۱۷ جنوری کی بات ہے جبکہ آج ۷ فروری تک ایسا کوئی اعلان سامنے نہیں آیا۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا عبدالحق کی اس قرارداد کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب کہ موجودہ ضابطوں کے تحت عریاں فلموں پر پہلے ہی پابندی عاید ہے۔ پیپلز پارٹی کے ملک محمد جعفر نے بھی قرارداد کی مخالفت کی اور کہا کہ سینما ایکٹ کی دفعات پہلے ہی انتہائی سخت ہیں اس لیے مزید سخت بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس بحث کے بعد سپیکر نے اجلاس دوسرے دن کے لیے ملتوی کر دیا۔

۲۴ جنوری کو اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی نظریہ پاکستان کے منافی اور فحش لٹریچر پر پابندی کی قرارداد زیر بحث آئی مولانا عبدالحق کی قرارداد میں کہا گیا تھا۔ پاکستان بھر میں ایسے لٹریچر کی طباعت و اشاعت اور ملک میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے جس سے مسلمانوں کے اخلاق اور عقاید اور نظریہ پاکستان متاثر ہو سکتے ہوں۔ نیز عریاں اور فحش لٹریچر کی بھی ممانعت کی جائے۔

قرارداد کے محرک مولانا عبدالحق مدظلہ نے قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ "پاکستان کا قیام اسلامی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ اس لیے ایسے لٹریچر پر پابندی عاید ہونی چاہیے جو ان نظریات پر کسی بھی طرح اثر انداز ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایک نظریاتی مملکت میں کسی کو بھی نظریات کی مخالفت کی اجازت نہیں ہونی چاہیے اور جو بھی ان نظریات کی مخالف کارروائیوں میں ملوث پایا جائے اسے غدار قرار دیا جائے۔ مولانا عبدالحق مدظلہ نے کہا کہ دینی نظریات کا دفاع بھی مسلمانان پاکستان کی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی سرحدوں کا دفاع اس سلسلہ میں خاص طور پر انہوں نے عیسائی مشنریوں کے تقسیم کردہ لٹریچر اور اس کے فروغ کا ذکر کیا جو سرکاری حکام تک کو بھیجا جا رہا ہے اسی طرح رسول خدا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والے قادیانیوں کو بھی اپنا لٹریچر تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ ایک اسلامی جمہوریہ میں اسلام کے خلاف لٹریچر پر اس طرح پابندی ہونی چاہیے جس طرح کمیونسٹ ملکوں میں سرمایہ دارانہ لٹریچر اور سرمایہ دارانہ نظام میں کمیونزم کے لٹریچر پر پابندی ہے مولانا نے ایوان پر زور دیا کہ وہ متفقہ طور پر اس قرارداد کی حمایت کرے تاکہ خدا کی رحمت شامل حال ہو۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو سکے کہ ایوان کا کوئی بھی رکن ملک دشمن سرگرمیوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ (مشرق کراچی، اعلان کراچی

۲۶ جنوری اور دیگر اخبارات)

قرارداد پر بحث شروع کرتے ہوئے وفاقی وزیر بے محکمہ جناب خورشید حسن میر نے سختی سے مخالفت کی یہاں تک کہ انہوں نے مولانا کے اخلاص پر اور نیت پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اکثر و بیشتر اس قسم کی قراردادیں پیش کرتے رہتے ہیں جن کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ ثابت کیا جا سکے کہ صرف اپوزیشن ہی ان باتوں سے آگاہ ہے اور حکومت ان کی روک تھام کے لیے کچھ نہیں کر رہی۔ انہوں نے کہا کہ فحش لٹریچر کے بارہ میں پہلے ہی ایک قانون موجود ہے۔

سرکاری ارکان میں سے مسز نرگس نعیم، سید عباس حسین گردیزی، مسٹر حاکم علی زرداری، ملک محمد جعفر نے قرارداد کی مخالفت میں تقریریں کیں اور کچھ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ایسے لٹریچر کی پاکستان میں روک تھام ضروری ہے آزاد رکن جناب نور محمد خاں نے کہا کہ ملک کی نظریاتی دفاع کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دی جائے۔ مولانا محمد علی رضوی نے کہا کہ قابل اعتراض لٹریچر کی چھان بین کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جمعیۃ العلماء اسلام کے مولانا صدر الشہید نے کہا کہ یہ قرارداد آئین کے عین مطابق ہے اور تمام ارکان کو اس کی حمایت کرنی چاہیے۔

راؤ خورشید علی خاں نے کہا اگر فحش لٹریچر پر پابندی کے قانون موجود ہیں انہیں خلوص سے نافذ نہیں کیا جا رہا تو یہ حکومت کی غلطی ہے پھر ایسے قوانین کا کیا مصرف رہ جاتا ہے ابھی اور بھی ارکان اس اہم بنیادی مسئلہ سے متعلق قرارداد پر اظہار خیال کرنا چاہتے تھے۔ اور وقت کم تھا اس لیے سپیکر صاحب نے مزید بحث کو آئندہ جمعرات پر ملتوی کرتے ہوئے اجلاس ختم کیا۔

(۳۱ جنوری کو گزشتہ جمعرات) مزید بحث آنے والی اس قرارداد پر بحث شروع ہوئی اور گرما گرم تقریریں ہوئیں آخر میں وزیر داخلہ نے سرکاری موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے قرارداد کی سختی سے مخالفت کی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ محرک قرارداد نے رائے شماری سے قبل اپنی جوابی اختتامی تقریر میں نہایت دردمندی سے قرارداد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر غیر مسلم اور مسلمانوں کے عقاید کے منافی اور فحش لٹریچر پر پابندی نہ لگائی گئی تو مجھے خطرہ ہے کہ یہ ملک ایک اور فلسطین بن جائے گا مولانا عبدالحق مدظلہ

قرارداد کی حمایت کرنے والے اپوزیشن کے ارکان نے اس بات پر سخت تشویش کا اظہار کیا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے جمعیۃ العلماء اسلام کے رہنما مولانا مفتی محمود نے کہا کہ اگر اس ملک میں اس قسم کا کوئی قانون موجود بھی ہے تو اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں الفاظ کے گورکھ دھندوں میں لوگوں کو پھنسایا جا رہا ہے یہاں اسلام ہے لیکن عمل نہیں سوشلزم کی باتیں ہوتی ہیں مگر عمل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی طرف سے فحش لٹریچر کی قانونا ممانعت کا ذکر کیا جا رہا ہے سینماؤں کے باہر آویزاں تصاویر سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بے حیائی کو کس طرح پھیلایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب تو ماچس کی ڈبیوں پر بھی عورتوں کی عریاں تصویریں چھپ رہی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف کلمہ طیبہ چھپا ہوتا

ہے مسلمانوں کے جذبات کی دو طرفہ توہین جان بوجھ کر ہو رہی ہے مگر حکومت خاموش رہتی ہے۔ انہوں نے کہا، آئین کے رہنما اصولوں پر عمل کبھی نہیں ہو رہا۔ مفتی محمود نے کہا۔ یہ اختلافی مسئلہ نہیں پارٹی کی سیاست سے بالاتر ہو کر اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔ انھوں نے وزیر داخلہ سے کہا کہ اگر ایسے قوانین ہیں تو اس پر عمل کرائیں۔ صاحبزادہ صفی اللہ نے حمایت کرتے ہوئے کہا کہ بعض عناصر خصوصاً مشرقی پاکستان میں ہماری نظریاتی اساس کو ختم کرنے کی مسلسل جد و جہد کرتے رہے جس کا حشر سب نے دیکھ لیا ہے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے بھی مولانا عبدالحق صاحب کی قرارداد پر تقریر کی اور کہا کہ ملک میں ننگا ناچ ہو رہا ہے بے حیائی بڑھ رہی ہے۔ مگر یہ کام صرف وزیر اعظم کا نہیں کہ ایک ایک کے پیچھے پھرتے رہیں۔ تمام وزراء اور تمام ارکان اسمبلی اور تمام ذمہ دار لوگ ملک کے کیریکٹر کو درست کرنے کی خدمت محسوس کریں۔ میں مولانا عبدالحق کی قرارداد کی اس وجہ سے حمایت کرتا ہوں کہ اس میں "عقائد" کا بھی ذکر ہے اس ضمن میں انہوں نے مودودی عقاید اور لٹریچر پہ پابندی کا مطالبہ کیا اور پرویزی، احمدی لٹریچر کا بھی۔ جس وجہ سے جماعت اسلامی کے ارکان اور مولانا ہزاروی کے درمیان سخت نوک جھونک ہوئی۔ مسٹر احمد رضا قصوری نے قرارداد کی حمایت کی۔ سرکاری بنچوں سے چوہدری جہانگیر علی اور محمود عباس بخاری اور گجرات کے حکیم سردار علی وغیرہ نے مخالفت میں تقریریں کیں۔ اور کہا کہ ایسے قوانین پہلے سے موجود ہیں اور یہ کہ دوسرے مذاہب کے لٹریچر پہ پابندی ایک منفی عمل ہوگا۔

حکومت کی ترجمانی کرنے والوں میں آخری تقریر مرکزی وزیر داخلہ عبدالقیوم خان نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی حکومت قابل اعتراض کتابچوں اور رسالوں پہ پابندی لگا چکی ہے۔ اور ایسے قوانین پہ پوری طرح عمل کیا جاتا ہے وزیر داخلہ نے اپنے پیش رو ایک وزیر خورشید حسن میر کا انداز اختیار کرتے ہوئے مولانا عبدالحق کی نیت پہ حملہ کیا اور کہا کہ اگر محرک قرارداد یہ چاہتے ہیں کہ صرف حزب اختلاف ہی اسلام کی محافظ ہے تو وہ اس قرارداد کی شدید مخالفت کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ غیر مسلم اقلیتوں کو ان کے مذہبی پرچار سے روکنا ایک منفی انداز ہے اور غیر مسلموں کے لٹریچر پہ پابندی سے مسلمانوں کو نقصان ہوگا۔ اس طرح وہ مخالفانہ نقطہ نظر سے بے خبر رہیں گے انہوں نے کہا اس طرح کرنا آئین کی بھی خلاف ورزی ہوگی جس میں ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی ہے انہوں نے اس ضمن میں درآمدی پالیسی کا بھی ذکر کیا جس میں فحش اور قابل اعتراض لٹریچر کی درآمد پہ پابندی ہے انہوں نے کہا کہ اسلام میں اتنی قوت ہے کہ اس نے صدیوں سے اپنے خلاف پروپیگنڈہ برداشت کیا ہے اسلام نے سختی سے نہیں محبت سے ترقی کی ہے۔

جناب وزیر داخلہ کی تقریر کے بعد محرک قرارداد مولانا عبدالحق صاحب کی جوابی تقریر ہوئی مولانا نے کہا۔

یہ ملک ہم نے بے مثال قربانیوں سے حاصل کیا ہے میرا مقصد یہ ہے کہ جس نظریہ کے تحت حاصل ہوا ہے اسے چھوڑ کر ساری قربانیاں ضائع نہ ہو جائیں۔ وہ لٹریچر جو اسلام کے خلاف ہے اس سے ایک برس میں کتنے مسلمان پاکستانی عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی گود میں جا رہے ہیں۔ انہوں نے عیسائی مشنریوں کے حوالے دیکر کہا کہ پاکستان کی سرزمین ساری دنیا سے ان کے لیے زرخیز ثابت ہوئی ہے۔ مولانا عبدالحق نے زور دیکر کہا کہ خدا کے بندو مجھے خطرہ ہے کہ ہمارا ملک ایک اور فلسطین نہ بن جائے۔ اور کہیں دوسرے مذاہب کا اڈہ نہ بن جائے انھوں نے کہا کہ حاشا وکلا کہ میرا ارادہ حکومت کو بدنام یا اپنے کو نیک نام بنانا ہے میں اپنی حکومت کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انھیں بدنام کرنے کے لیے یہ سب کچھ کروں بلکہ یہ تو ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ منکرات کے خلاف آواز اٹھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

مَنْ رَاٰی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ والّا فبلسانہٖ والا فبقلبہ ۔ اگر تم میں سے برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھوں سے مٹا دے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے۔ یہ کرنے سے مجبور ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔

اب جونکہ حکومت کے پاس اقتدار ہے، قوت ہے، اسے چاہیے کہ برائیوں کے خلاف قوت استعمال کرے علماء تو اسلامی عقائد کی حفاظت اور مخالفانہ پروپیگنڈہ کا جواب دینے کے لیے اپنا پلیٹ فارم استعمال کرتے رہیں گے۔ لیکن ایک اسلامی ملک کو اس مقصد کے حصول کے لیے سرکاری نظام کو بھی استعمال میں لانا چاہیے۔ ہمارے وزیر داخلہ صاحب قانونی ممانعتوں کا بار بار ذکر کر رہے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ دوسرے مذاہب کا دل آزار لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ اگر قوانین ہیں تو کتنوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ کتنوں کو جیل میں ڈالا گیا۔ جب ایک آرڈیننس نافذ ہوتا ہے تو راتوں رات اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ سی آئی ڈی تلاش کرنے لگتی ہے۔ جیلوں کو بھر دیا جاتا ہے مگر ہمارے عقاید اور نظریہ پاکستان کے بگاڑنے والوں میں سے کتنے لوگ پکڑے گئے کتنوں کو سزا دی گئی۔ مولانا نے کہا ہم اقلیتوں پر پابندی لگانا ہرگز نہیں چاہتے کہ اپنے مذاہب کی پیروی نہ کریں یہ بات تو آئین کی خلاف ورزی ہوگی بے شک وہ اپنی عبادت گاہوں میں جائیں مگر اتنی آزادی بھی نہیں کہ مسلمان مختلف غیر اخلاقی پھندوں اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے اپنا مذہب بدل دیں۔ یہاں اعتراض کیا گیا اور کہا گیا کہ اسلام اتنا کمزور نہیں نہ مسلمان اتنا کمزور ہے تو پھر اسلام ہوتے ہوئے آئے دن چوری اور ڈاکہ زنی کیوں ہو رہی ہے اور پھر آپ نے ایسے لوگوں کے لیے سزائیں کیوں تجویز کی ہیں۔ انہوں نے کہا، کہ ایسی باتوں کو صرف رہنما اصولوں میں رکھنا محض وعظ و نصیحت ہے اسے آئین کی لازمی دفعات میں شامل کر دیا جائے اور جب آئین کی یہی دفعہ ہے کہ سرکاری مذہب اسلام ہوگا تو ایسی باتیں ہرگز برداشت نہیں کرنی چاہیے۔ مولانا عبدالحق نے اس پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے وزراء اس اہم دفعہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور کھلے بندوں مخالفت کر رہے ہیں اس لیے کہ پہلے کہا گیا تھا کہ ہماری معیشت سوشلزم ہوگی۔ اس پر اعتراض ہوا تو اس لفظ کو بدل دیا گیا اور یہ طے ہو گیا کہ صرف اسلام ہی مذہب ہوگا اور معیشت کی بنیاد بھی۔ مگر کئی وزراء سوشلزم کا پرچار کر رہے ہیں۔ آئین کا حلف اٹھانے کے بعد اس کی سرعام مخالفت ہوتی رہتی ہے۔ بہرحال اگر سرکاری مذہب اسلام ہے تو اسلام کی منافی چیزیں صرف ممنوع نہیں بلکہ اس پر سخت گرفت ہونی چاہیے۔ مولانا مدظلہ کی تقریر کے بعد سپیکر صاحب نے ایوان سے قرارداد پر رائے شماری کرائی اور حکومتی پارٹی کی اکثریت کی بنا پر قرارداد تو مسترد ہو گئی مگر مجھے اسمبلی ہال کے در و دیوار سے ابھی تک مولانا عبدالحق کی یہ درد ناک صدا نکلتے ہوئے محسوس ہو رہی ہے کہ خدا کے بندو! مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ ملک ایک اور فلسطین نہ بن جائے۔

پیام حق

صادق آسی :

ہم مسلماں ہیں، پیام حق سناتے جائیں گے
بے خبر اب تک جو سوتے ہیں جگاتے جائینگے
ہم شہید راہ کو سمجھے ہیں منزل عشق کی
گولیاں سینوں پہ کھا کر مسکراتے جائینگے
مضمحل ہونے نہ دیں گے باغ ملت کو کبھی
سینچتے جائیں گے خوں سے خوں بہاتے جائینگے
دیں گے مقتل گاہ میں سب کو پیام حریت
یہ مرے قطرے لہو، جو ہر دکھاتے جائینگے

جذب دروں

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

مالی و معاشی پریشانی سے نجات کی آخری امیدگاہ

تحفۂ ناداراں و بے روزگاراں مع ترقی روزگار و کاروبار

ہدیہ : سفید کاغذ غیر مجلد چھ روپے — نیوز کاغذ پانچ روپے، مجلد اعلیٰ آٹھ روپے

نادار و بے روزگار حضرات کا ہمدرد و غمخوار، روزگار و کاروبار میں ترقی کے خواہشمند اصحاب کا معین و مددگار، تجارت پیشہ صنعت و حرفت پیشہ، زراعت پیشہ، ملازمت پیشہ اور محنت کش مزدور بھائیوں کا مونس و غمخوار دوبارہ چھپ کر آ گیا ہے آج ہی آرڈر دے کر ایک نسخہ منگوا کر اپنی پریشانی کو دور فرمائیں۔

ملنے کا پتہ : ادارۂ تحائف اسلامیہ، سیٹلائٹ ٹاؤن ۲۲۰/بی گوجرانوالہ

قرآن کا تصوّر اور انسان

ان، انیس احمد۔ استاد شعبہ اسلامی تاریخ کراچی یونیورسٹی

دورِ جدید کے ایک نامور مفکر نے آج کی دنیا کا جائزہ لے کر بہت خوب کہا تھا کہ "ہم نے فضاؤں میں پرندوں کی طرح اڑنا اور سمندر میں مچھلیوں کی طرح تیرنا تو سیکھ لیا لیکن زمین پر اچھے انسانوں کی طرح رہنا نہ سیکھ سکے"۔

آج کے انسان کا سب سے بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ ذرائع و وسائل کی دنیا میں تو اس نے محیر العقول ترقی کر لی ہے لیکن فکر و اخلاق کے میدان میں زندگی کی شاہراہ اس کے سامنے صاف اور واضح صورت میں آج بھی موجود نہیں ہے۔ اس کی فکر پراگندہ اور سماجی تعلقات نت نئی الجھنوں اور پیچیدگیوں کا شکار ہیں۔ اس کی روح مضطرب ہے اور وہ ایک بہتر دنیا کی تلاش میں سرگرداں ہے، وہ اپنی عقل کو رہنما بنا نے نئے نئے سوالات کے حل تلاش کرنے اور بگاڑ کی اصل تک پہنچنے میں لگا ہوا ہے۔ ان حالات میں غور و فکر کا ایک یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ آج کی دنیا کے سامنے انسان کا جو تصور ہے کہیں وہی خام نہ ہو۔ ظاہر ہے ایک غلط تصورِ انسان پر تہذیب و تمدن کی جو بھی عمارت تعمیر ہو گی، وہ کتنی ہی فلک بوس کیوں نہ ہو اس کی بنیاد کی خامی اسے متاثر و مجروح کرے گی۔

یہاں قرآن کے تصورِ انسان کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس تصورِ انسان کے آئینہ میں دورِ جدید کے انسان کے ان مسائل کو سلجھانے کی کوشش کی جا سکے جو اس کو پریشان و سرگرداں کیے ہوئے ہیں۔

قرآن وہ واحد کتاب ہے جس کا خطاب انسان اور انسانیت سے ہے اور جسے نازل کرنے والا کوئی گوشت پوست اور محدود عقل کا انسان نہیں ہے بلکہ ایک "عقلِ کل" ایک "قادرِ مطلق" اور ایک "علیم و خبیر" ہستی ہے۔ یہ صحیفہ الٰہی جس ہستی کو مخاطب کرتا اور اس کی ہر آیت اور ہر نشانی جس ذی روح کو مخاطب کرتی ہے اور اس کے ضوابط و حدود جس مقصد کو سامنے رکھ کر کیے گئے ہیں وہ صرف انسان اور انسانیت ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے کسی موقع پر بھی فرد کو اپنا مخاطب نہیں قرار دیا بلکہ ہمیشہ "انسان" "انسانیت" اور "گروہ ابن آدم" کو اپنا مخاطب گردانا ہے۔

قرآن عہدِ حاضر کی وہ اولین کتاب ہے۔ جس نے انسان کے بارے میں ایک واضح اور متعین نقطۂ نظر پیش کیا ہے جس نے ان مابعد الطبیعاتی مسائل پر حتمی اور قطعی فیصلے کیے ہیں جو مدت ہائے دراز سے فکرِ انسانی میں ایک خلجان برپا کیے ہوئے تھے اور مابعد الطبیعاتی مسائل پر ایسے حتمی فیصلے وہ ذات ہی کر سکتی تھی جو زمان و مکان کی خالق ہو۔ چنانچہ قرآن پاک نے سب سے پہلے انسان کی اصل اور حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور پھر دنیا میں انسان کی حیثیت، کائنات میں اس کے مقام اور مقصد اور ان اختیارات و فرائض کو متعین فرمایا ہے جو انسان کو عطا کیے گئے ہیں۔

انسان کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یہ سوال ایک مدت سے مفکرین کا موضوع بنا رہا ہے۔ دورِ جدید کے مفکرین مثلاً لامارک ڈارون، ٹی ایچ ہکسلے، ہنری برگساں اور لائیڈ مارگن وغیرہ نے تصورِ ارتقاء کی مدد سے انسان کی حقیقت کا سراغ لگانے کی کوشش کی اور بعد از تلاش بسیار یہ کہہ سکے کہ انسان ایک ترقی یافتہ حیوان ہے جو تجرباتی ٹھوکروں، طبیعاتی انقلابوں، نباتاتی تبدیلیوں اور بعض حادثوں کے سبب وجود میں آیا ہے جس انسان کے آباء و اجداد چوپائے، اچھلنے کودنے والے جانور اور درندے ہوں وہ اپنے ماضی سے کیا رہنمائی حاصل کرتا ہے اور اس سے انسانیت کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ قرآن نے اس کے مقابلے میں انسان کے ایک مستقل اور آزاد وجود کا تصور پیش کیا ہے۔ وہ انسان کو ایک حادثہ کی پیداوار نہیں قرار دیتا بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے اور ایک مقدر عمل کا نتیجہ قرار دیتا ہے چنانچہ :-

"جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک آدمی سڑی ہوئی کیچڑ سے خمیر کی ہوئی کھن کھن بولنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں" (۲۸:۱۵)

"کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے پیدا نہیں کیا پھر ہم نے اس کو ایک محفوظ قرارگاہ میں رکھا ایک مقررہ وقت تک، پھر ہم نے اندازہ ٹھہرایا، سو ہم کیا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں" (۲۰:۷۷)

"جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

(البقرہ - ۳۰)

ان آیاتِ قرآنی سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ

۱- تخلیقِ انسان ایک حادثاتی امر نہیں ہے۔

۲- تخلیقِ انسان ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوئی ہے۔

۳- انسان ایک مستقل اور آزاد وجود کا مالک ہے یہ کسی ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ابتداء ہی سے انسان کی شکل میں بنایا گیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے :-

"ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کی، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو"۔ (اعراف-۱۱)

"تصور کرو اس وقت کا جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر جب اسے پوری طرح تیار کر لوں اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ (ص، رکوع ۵)

انسانی جسم میں روح کا پھونکا جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ محض ایک مادی وجود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ پھر یہ کہ روزِ اول سے انسان کا ایک آزاد وجود ہے۔ وہ نہ تو محض حیوان ناطق ہے اور نہ ہی کوئی متمدن جانور، بلکہ ابتداء ہی سے ایک آزاد مخلوق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے عقل و شعور نباتاتی نشو و ارتقاء سے اکتساب نہیں کیا ہے بلکہ روزِ اول سے ہی اسے عقل و شعور اور ارادہ کی قوت سے نوازا گیا ہے جس کے ساتھ ہی اس پر بعض اخلاقی ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں۔

انسان کے وجود کے بارے میں ایک مثبت اور واضح تصور دینے کے بعد قرآن دنیا میں انسان کی حیثیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ چنانچہ تخلیقِ آدم سے قبل اللہ تعالےٰ فرشتوں کے سامنے اپنے ارادہ کا اظہار ان الفاظ میں فرماتا ہے:-

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة (البقرہ ۳۰)

ترجمہ: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

گویا دنیا میں اللہ کے اس خلیفہ کی حیثیت کسی ادنےٰ مخلوق یا کائنات کے ایک ناقابلِ التفات جزو کی نہ تھی بلکہ اسے کائنات کے مرکز و محور ہونے کا شرف حاصل تھا۔ وہ کائنات کے کسی تغیر و تبدل سے وجود میں نہیں آیا بلکہ کل کائنات کو اس کے لیے پیدا کیا گیا۔ چنانچہ تخلیقِ آدم کے وقت فرشتوں کا حضرت آدم کو سجدہ کرنا گویا علامتی حیثیت سے پوری انسانیت کو سجدہ کرنا تھا۔ قرآن انسان کی مرکزیت اور بلندی کو ان الفاظ میں تسلیم کرتا ہے:-

وسخّر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم۔ اس نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں ...... وہی جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ۔ اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔ یہ سب کچھ اسی لیے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار ہو۔

یہاں پر قرآن نے بنیادی طور پر اس نظریہ کا ابطال کیا ہے کہ انسان اس کائنات کا ایک ساختہ ہے۔ اس کے برعکس قرآن ایک مثبت تصور پیش کرتا ہے کہ انسان کو کائنات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور کائنات کی ہر شئے اس کے لیے مسخر یعنی "معاون" کر دی گئی ہے۔ تمام قوانینِ فطرت کو اس امداد کی بنیاد پر بنایا

گیا ہے۔ انسانی فکر کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے عظمتِ آدم اور تفوقِ انسانیت کے تصورات انسان کو وہ بلندی اور اہمیت دینے میں ناکام ہو چکے ہیں جو قرآن مجید نے اس کو عطا کیا ہے۔

انسان کی اس عظمت اور بلندی کا مقصد کیا ہے۔

یہ وہ بنیادی سوال ہے جسے قرآن نے اس طرح پیش کیا ہے کہ یہ تمام عظمت و بلندی صرف اس لیے ہے کہ انسان شکر گزار رہے۔ اس کے مقابلے میں انسان کی روش یہ رہی ہے کہ اس اہمیت اور بلندی نے اسے اپنے میں سخت غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا۔ اس نے جب قوانینِ فطرت کو اپنے ساتھ تعاون کرتے اور فطرت کی عظیم قوتوں کو اپنے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تو یکایک اپنے اندر الوہیت کی صفات محسوس کرنے لگا۔ قرآن اس روش کو ناشکری سے تعبیر کرتا ہے۔ انسان کے اس طرزِ عمل کو قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ بنی اسرائیل، ۱۱۔ ابراہیم ۳۴، بنی اسرائیل ۶۷-۳، السجدہ ۴۹۔ الشوریٰ ۴۸، اعراف ۱۹، عبس ۱۷۔ فجر ۱۵۔ بلد ۱۔ عادیات ۶۔ حج ۶۶۔ روم ۳۳۔ سجدہ ۷۲، زمر ۸، اعراف ۱۹، روم ۳۶۔ السجدہ ۴۹

قرآن نہ تو انسان کو حقیر و ذلیل کر کے پیش کرتا ہے اور نہ اسے اپنی الوہیت کے دھوکے میں مبتلا ہونے دیتا ہے۔ وہ پہلے انسان کو اس کی حقیقت کا احساس ان الفاظ میں دلاتا ہے کہ:۔

> "بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابلِ تذکرہ نہ تھا۔" (الدھر ۱)

اور پھر انسان کو ایک منصب عظیم یعنی "خلافت فی الارض" پر فائز کرتا ہے۔ گویا قرآن انسان کو اوّل ان غلط اور خود ساختہ بلندیوں سے اتار کر اس کی حقیقت اس پر آشکار کرتا ہے۔ اور اس کے بعد دوبارہ انسان کو حقیقی بلندیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں ارتقاء کی سمت کم تر سے بلند تر کی طرف ہے۔ یہی تصورِ ارتقاء انسان کو کسی احساسِ کمتری میں مبتلا کرے بغیر عظمتِ آدم کا صحیح تصور دیتا ہے۔

انسان کو مرکزِ کائنات بنانے کے بعد ضروری تھا کہ انسان کو حق و باطل میں تمیز کرنے اور فیصلہ کرنے کا علم بھی دیا جائے۔ یہ علم کسی تجربہ کی صورت یا کسی مسلسل عمل کے نتیجہ میں ظاہر نہیں ہوا بلکہ تخلیقِ آدم کے ساتھ ہی انسان کو دے دیا گیا۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وعلم آدم الاسماء کلھا" یعنی اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھلا دیے —— یہ وہ خصوصیت تھی جو انسان کو فرشتوں پر فوقیت عطا کرتی ہے اور یہی علم کی صفت انسان کو دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ لیکن انسان کو صرف علم دینا کافی نہ تھا علم محض کبھی بھی عمل کا بدل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ عمل کی اصلاح کے لیے قرآن نے انسان کو ایک طرف تو ارادہ اور اختیار کی صلاحیت دی اور دوسری طرف اس ارادہ و اختیار کو استعمال کرنے کے لیے بعض محرکات بھی فراہم کر دیے تاکہ ارادہ و اختیار صحیح سمت میں حرکت کر سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

> "... مگر (اللہ کی حیثیت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اختلاف سے روکے اس وجہ سے) انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی۔ ہاں اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (البقرہ ۲۵۳)
>
> "یہ مشرک لوگ ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ نہ ہمارے باپ دادا۔ بے شک اگر چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔" (انعام ۱۴۸)
>
> "اور لوگوں کو جب ان کے پاس ہدایت آچکی کوئی چیز اس بات سے کہ وہ ایمان لائیں اور اپنے پروردگار سے معافی مانگیں روکنے والی نہیں ہے" (الحج ۱۸-۵۵)
>
> "اسی طرح ہم نے اس کو (نیکی اور بدی کی) راہیں دکھلا دیں۔" (۹۱-۱۰)

گویا اللہ تعالیٰ نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ انسان کو بھی فرشتوں کی طرح ہدایت یافتہ بنا دے۔ یعنی وہ برائی پر قادر ہی نہ ہو بلکہ اس نے انسان کو یہ اختیار دیا کہ وہ اگر چاہے تو برائی سے اجتناب کرے اور اگر چاہے تو اسے اختیار کر لے۔ اسی علت کے سبب حیات بعد الموت میں جواب دہی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن انسان کو علم، عقل، ارادہ و اختیار سے آراستہ کرنے کے بعد اور یہ یاد دہانی کرانے کے بعد کہ وہ درحقیقت ایک ذمہ دار اور ذی شعور مخلوق ہے۔ جسے ان فرائض و ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہے جو اس کے خالق نے اس پر عائد کی ہیں۔ عمل کے لیے خود مختار چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کوئی پابندی ایسی نہیں لگاتا کہ انسان کسی ایک راستہ پر چلنے پر مجبور ہو ارشاد ربانی ہے:۔

> "جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد بھی تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے فرشتوں کے پرے ساتھ لیے خود سامنے آموجود ہو اور فیصلہ کر ہی ڈالا جائے۔ آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ کے حضور میں ہونے والے ہیں۔" (۲-۲۰۹-۲۱۰)

گویا قرآن انسان سے اس بات کا متمنی ہے کہ وہ دلیل کھل کر سامنے آجانے کے بعد بلا جھجک اپنی قوتِ اختیار کا استعمال کرتے ہوئے اپنے لیے سواء السبیل کا انتخاب کرے گا۔ وہ ایمان کی قدر و قیمت اسی میں سمجھتا ہے کہ بدی پر اختیار ہونے کے باوجود انسان بدی کا ارتکاب نہ کرے اور نیکی کو اختیار کرے۔ لیکن چونکہ انسان کو محدود صلاحیتیں دی گئی ہیں۔ اس لیے قرآن انسان کو بغیر کسی پاسبانِ عقل کے چھوڑ دینے کا قائل نہیں ہے۔ انسان کبھی اپنے دخل کا کلی طور پر انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نقطۂ نظر کسی معاملے پر بھی مکمل خارجی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ انسان ہمیشہ کسی بیرونی ہدایت اور بیرونی ذریعہ علم کا حاجت مند رہا ہے۔ قرآن اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے عنایت کردہ نظامِ زندگی کو بطور ایک حل کے پیش کرتا ہے۔ یہ تصورِ حیات ایک ایسی ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو علیم و خبیر اور بصیر ہے۔ ہر قسم کی غرض اور خطا سے پاک ہے۔ اس لیے یہی ضابطۂ حیات ایک معروضی معیار پر پورا اتر سکتا ہے۔

قرآن پاک انسان کی حقیقت کائنات میں اس کے مقام اور مقصد سے بحث کرتے وقت اس دنیاوی زندگی کو ایک ایسے تجرباتی احساس سے تعبیر کرتا ہے جس کی کوئی دائمی حیثیت نہیں ہے جو محض حقیقت کا ایک سایہ اور پرتو ہے۔ چنانچہ قرآن دنیاوی زندگی کی بے ثباتی اور آخرت کی حقیقی اور ابدی زندگی کا انتہائی واضح نقشہ کھینچنے کے بعد منکرینِ آخرت سے پوچھے جانے والے ایک سوال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

> "اس وقت اس کا رب اس سے پوچھے گا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ کہیں گے ہاں اے ہمارے رب یہ حقیقت ہی ہے۔" (انعام ۳۴-۲-۳۴)

قرآن کریم کی رو سے یہ دنیا انسان کا مستقل اور دائمی مسکن نہیں بلکہ ابدی زندگی کی تمہید ہے اور اس کی حیثیت ایک مختصر اور متعین مدت کے لیے ترتیب دی ہوئی امتحان گاہ کی سی ہے۔ اس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی کی حیثیت رکھتی ہے یعنی جو کچھ یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے

قرآن انسان کو مشاہدہ محض کی دنیا سے نکال کر مشاہدۂ حق کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ بار بار انسان کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ آیاتِ الٰہی میں غور کرے اور پسِ پردہ جو حکمت کارفرما ہے اس کا احساس و مشاہدہ کرے۔

قرآن ہمیں جو تصورِ انسان دیتا ہے وہ نہ تو معصوم کہا جا سکتا ہے اور نہ پیدائشی طور پر گنہگار ہی، بلکہ ہم اسے ایک با اختیار انسان کا تصور کہہ سکتے ہیں —— کچھ مذاہب نے یہ تصور پیش کیا کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے۔ قرآن اس تصور کی تردید تخلیقِ آدم کے واقعہ سے کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

> "اس وقت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا۔ کیونکہ وہ بڑا رحم کرنے والا ہے ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقعہ نہ ہوگا۔"
>
> (۲-۳۷-۳۸)

قرآن واضح طور پر تردید کرتا ہے کہ آدم کو کسی گناہ کی پاداش میں دنیا میں بھیجا گیا۔ اسی موقع پر اگر قرآن کی دوسری سورت کی اس آیت کا مفہوم ذہن میں رکھا جائے، جس میں اللہ تعالیٰ تخلیقِ آدم کے ارادہ کا اظہار فرشتوں کے سامنے فرماتا ہے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ

جنّت میں رکھنے کے لیے ایک انسان بنا رہا ہوں بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ "میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ اوّل الذکر آیت میں واضح طور پر حضرت آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کے اعلان کے بعد انسان کے اولین گناہ کا تصوّر باقی نہیں رہتا۔ قرآن اس بات کی بھی تردید کرتا ہے کہ حضرت آدمؑ کی ترغیب میں حضرت حوّا کا حصّہ تھا بلکہ وہ ان مرد اور عورت دونوں کو مساوی طور پر نفس کے بہکاوے میں آجانے والا قرار دے کر دونوں کی معافی کا اعلان کرتا ہے اور ان کی بھول کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر انہیں پاک و صاف قرار دینے کے بعد زمین پر اپنے نائب کی حیثیت سے بھیجتا ہے۔ گویا قرآن کسی پیدائشی گنہگار انسان کی جگہ ایک صحت مند اور قوی ارادہ انسان کا تصوّر پیش کرتا ہے۔ قرآن انسان کی عظمت، گناہ نہ کرنے میں نہیں قرار دیتا بلکہ گناہ کی صلاحیت کے باوجود گناہ سے دامن بچا جانے اور بصورتِ دیگر ندامت، غلطی کے اعتراف اور مائل بہ اصلاح ہونے میں قرار دیتا ہے۔

قرآن انسان کی انفرادی ذمہ داری کے ساتھ اس کی اجتماعی ذمہ داری کو بھی غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ قرآن کا انسان اعتقادات کو اپنا ذاتی معاملہ نہیں سمجھتا بلکہ وہ ایک معاشرہ اور ایک عالمگیر برادری کے رکن کی حیثیت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی کے لیے کمربستہ نظر آتا ہے۔ ایمان کے کلمہ جامعہ کا اقرار کرتے ہی ایک شخص ایک طرف خدا سے جڑ جاتا ہے تو دوسری طرف ایک امّت کا جزو بھی بن جاتا ہے۔ دونوں عمل بیک وقت رونما ہوتے ہیں۔ یہ امت صرف عقیدہ، ایمان اور اخلاق کی بنیاد پر بنتی ہے۔ یہی وہ واحد اصولی فرق و امتیاز ہے جسے اسلام پیش کرتا ہے۔ وہ تمام انسان جو خلافت فی الارض کی ذمہ داری کو شعوری طور پر اٹھاتے ہیں، ایک امّت بن جاتے ہیں۔ یہی امت وسط ہے اور وہ تمام انسان جو اس حق کا انکار کرتے ہیں ایک دوسرے گروہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ حدیث نبوی میں آتا ہے "الکفر ملۃ واحدۃ"۔ قرآن کا انسان مطلوب ایک حق گو اور حق شناس ہستی ہے۔ جو انفرادی زندگی کے ساتھ ہی اجتماعی زندگی میں بھی اصلاح و تہذیب میں مصروف نظر آتی ہے۔

قرآن ہمیں جو تصوّرِ انسان دیتا ہے وہ مساواتِ انسانی پر مبنی ہے۔ وہ کسی نسل کی برتری، رنگ کی تفریق یا زبان کے تعصّب کو راہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ:

> "لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلائے"۔ (النساء ۱)

نوعِ انسان کی مساوات ان تمام بتوں کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ جنہیں ہم قومیت، وطنیت اور رنگ و نسل وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس طرح ایک باپ کی اولاد آپس میں کوئی تفاخر نہیں کر سکتی بالکل اسی طرح کل نوعِ انسان باہم کسی قسم کا تفاخر کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

انسانی مساوات کے اس عالمگیر تصوّر کے ساتھ ہی قرآن انسان کی فطرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو بہترین فطرت کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" اور اس کے ساتھ ہی انسان کی فطرت میں سچائی اور صداقت کی ہر آواز پر لبیک کہنے کا ایک داعیہ رکھ دیا گیا ہے۔ یہ داعیہ حق دراصل ایک "تحت الشعوری احساس" ہے اس قدیم تجربہ کا، جو بنی نوعِ انسان نے ایک "میثاق" کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو سورہ اعراف - ۱۷۱) یہی تحت الشعوری احساس ہے جو ایک سخت منکر سے منکر انسان کو بھی مصیبت و آزمائش میں اللہ کا نام لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ خود قرآن بے شمار مقامات پر یہ کہتا ہے کہ جب انسان سمندروں کے طوفانوں میں گھر جاتا ہے تو کسے مدد کے لیے پکارتا ہے وغیرہ.... اسی تحت الشعوری احساس کو جگانے اور اسے ایمان کی شعوری سطح تک لانے کے لیے اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو مذکّر (یاد دلانے والا) اور ان کی دعوت کو ذکر یا تذکرہ یا تذکیر (یاد، یادداشت، یاددہانی) کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ دراصل یہ تذکیر اور یاددہانی اسی عہد نامہ کی تھی جو نوعِ انسانی کی ارواح کے اجتماع سے لیا گیا تھا۔ اور یوں یہ فطری داعیہ محض ایک احساس سے آگے بڑھ کر ضابطۂ حیات اور وہ بھی غیر متبدل اصولوں میں بدل جاتا ہے۔ جہاں ظن و گمان کی گنجائش نہیں رہتی۔ صداقت کا یہی فطری داعیہ ہے جو انسان کے اوّلین گناہ کے وقت ضمیر کی پکار کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن قرآن اپنے انسان مطلوب کو محض اس فطری داعیہ کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑ دیتا بلکہ وہ کہتا ہے۔

وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر.... (النحل - ۹)

یعنی "اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ ٹیڑھے راستے موجود ہیں"۔

اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے نبوّت کی ابتدا ہوتی ہے اور قرآن کا انسان مطلوب ایک آزاد و مختار حیثیت رکھنے والا ذی شعور، ذی ہوش اور ذی ارادہ مخلوق کی حیثیت سے خلافت فی الارض کی ذمہ داری پر فائز بنی نوع انسان کی عالمگیر مساوات کا داعی اپنی رہنمائی اور رہبری کے لیے اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ فرمان اور فرمانبردار انبیاء علیہم السلام کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہی وہ ہمہ گیر تصوّر ہے جس کی غیر موجودگی یا جس کی کسی کڑی کے گم ہو جانے سے انسان اس اندھے شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو تاریکیٔ شب میں اندھیرے کمرے میں ایک ایسی سیاہ بلّی تلاش کر رہا ہو جو وہاں موجود نہ ہو۔

★

بحث و مذاکرہ

ملک دشمن سرگرمیوں کے انسداد کا قانون

محمد اسلم رانا بی اے آنرز لاہور

۲۸ دسمبر کے خدام الدین میں ملک دشمن سرگرمیوں کے انسداد کے قانون سے متعلق حضرت مولانا مفتی محمود کا فاضلانہ جائزہ اپنے ہی خیالات کے عکس کی صورت میں نظر آیا۔ مفتی صاحب کے ارشادات علم سیاسیات کے ترازو میں پورے اترتے ہیں کہ "حکومت اور ملک ایک چیز نہیں بلکہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ حکومت کا دشمن ملک کا دشمن نہیں ہو سکتا۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کے پیشِ نظر اس کی مخالفت کرنے والے لوگ، برسرِ اقتدار طبقہ اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے والے ابن الوقتوں سے کہیں زیادہ ملک کے دوست ہوتے ہیں"۔ لیکن مجھے تو حیرت اس امر پر آتی ہے کہ اگر اس قانون کو وضع کیے جانے والے تقاضے پورے کرنے کے لیے واقعی صادق دلی اور حب الوطنی کے نقطۂ نظر سے استعمال کیا جائے تو پھر

ع این خانہ ہمہ آفتاب است

مانا کہ نیشنل عوامی پارٹی (بظاہر جسے کچلنے کے لیے یہ قانون بنایا گیا ہے) کانگرس اور آنجہانی سردار ولبھ بھائی پٹیل کے پاکستان دشمن نظریات کی علمبردار رہی ہے۔ اس کا منشور سیکولرزم اور سوشلزم پر مبنی ہے وہ پاکستان کو لسانی، ثقافتی اور جغرافیائی بنیاد پر تشکیل دی گئی اکائیوں میں تقسیم کرنا چاہتی ہے۔ اور مشرقی پاکستان کا بھارتی کالونی بنگلہ دیش میں تبدیل ہونا ولی خانی منشور کا لاشعوری اور منطقی نتیجہ اور اس کی کامیابی کی دلیل ہے لیکن خود برسرِ اقتدار پارٹی بھی تو پاکستان کو ایک سیکولر اور سوشلسٹ سٹیٹ بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ وزیر خزانہ پنجاب محمد حنیف رامے کے الفاظ میں آئین میں سوشلسٹ معیشت کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔ اب یہ عوام کا کام ہے کہ اس کے نفاذ کی کب اجازت دیتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کو علی الاعلان سوشلسٹ پارٹی کہا جا رہا ہے اور یہ سوشلزم خالصتاً دہریت اور سیکولرزم پر مبنی ہو گا یقین نہ آئے تو پارٹی کے ترجمان کا مفت مشورہ مطالعہ فرمائیے۔

"دانشوروں کا بنیادی فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک میں برپا ہونے والے معاشی انقلاب

طبّی معلومات

درد گردہ سے لیکر بواسیر تک سینکڑوں بیماریوں کا تیر بہدف علاج

قدرت کا انمول تحفہ ـ مولی

استاذ الحکماء حکیم آزاد شیرازی (سابق پرنسپل طبیہ کالج) مدیر "تذکرہ" لاہور

آپ جب کبھی انارکلی بازار سے گزرے ہوں گے۔

آپ نے سائیکلوں پر چلتے پھرتے چند لوگوں کو مولی کا نمک بیچتے ضرور دیکھا ہوگا، لیکن یہ نمک خالص مولی کا نمک نہیں ہوتا۔ اور اس نمک کی شیشی پر بھی "مولی کا نمک مرکب" لکھا ہوتا ہے۔

آیئے آج میں آپ کو مولی کا خالص نمک بنانے کی ترکیب بتاؤں اور اس کے فوائد سے آگاہ کروں۔

بڑے سائز کی پکی ہوئی مولیاں پتوں سمیت لے لیں انہیں مٹی وغیرہ سے دھو کر صاف کر لیں اور ان کے ٹکڑے کرکے دھوپ میں رکھ دیں۔ کم و بیش مہینہ کے بعد خشک ہو جائیں گی۔ اب انہیں جلا کر راکھ کر لیں اور اس راکھ کا وزن کر لیں۔ اس وزن سے آٹھ گنا پانی ڈال کر کسی مٹی کے کھلے منہ کے برتن میں بھگو دیں۔ دن میں تین بار لکڑی سے ہلا دیا کریں۔ چوتھے دن پانی کو ہلائے بغیر آہستگی سے پانی نتار لیں اور نیچے بیٹھی ہوئی راکھ کو پھینک دیں۔ اب اس پانی کو کسی قلعی دار کھلے منہ کے دیگچے میں ڈال کر آگ پر رکھ کر پکائیں۔ پانی کے خشک ہونے کے ساتھ ساتھ دیگچے کے کناروں پر سفید سفید نمک لگتا جائے گا اسے کھرچ کر پکتے ہوئے پانی میں ڈالتے جائیں۔ حتیٰ کہ تمام پانی خشک ہو جائے گا اور دیگچے میں سفید خشک دوا تہ نشین ہوگی یہی دوا مولی کا خالص نمک یا مولی کا کھار ہے۔ اسے کسی بوتل میں خوب مضبوط ڈھکنا لگا کر رکھیں ورنہ برسات کے موسم میں پھر پانی بن جائے گا۔ یہ نمک سر سے لے کر پاؤں تک سینکڑوں امراض کا کارگر علاج ہے۔ آشوب چشم میں ۲ ماشہ نمک ایک تولہ خالص شہد میں حل کرکے رکھیں اور رات سوتے وقت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔ نزلہ زکام میں چار رتی نمک پان میں رکھ کر کھلائیں۔

کان سے پیپ آنے کے لیے ۲ ماشہ نمک ایک تولہ خالص شہد میں حل کرکے رکھیں اور روئی کی بتی تر کرکے کان میں رکھیں ہفتہ عشرہ میں صحت ہوگی۔ انشاءاللہ!

پرانی کھانسی میں نمک ایک ماشہ چینی ۶ ماشہ میں ملا کر صبح و شام گرم پانی سے کھلائیں۔

دمہ کے دورہ کو روکنے کے لیے نمک ایک ماشہ شہد خالص ۳ ماشہ میں ملا کر دن میں تین چار مرتبہ دیں انشاءاللہ بلغم خارج ہو کر دورہ رک جائے گا۔

پیٹ درد اور اپھارہ کے لیے نمک ایک ماشہ گرم پانی سے کھلائیں۔

یرقان کے مریض کو روزانہ مولی کا نمک ایک ماشہ صبح گائے کی چھاچھ سے اور شام کو نیم گرم پانی سے کھلائیں ہفتہ عشرہ میں صحت ہوگی۔

ورم جگر میں نمک مولی ایک ماشہ صبح و شام عرق مکوہ کے ہمراہ استعمال کرائیں۔

خشک خارش کے لیے مولی کا نمک ۶ ماشہ سرسوں کے تیل ۱۰ تولہ میں ملا کر بدن پر مالش کرائیں اور دو گھنٹہ بعد گرم پانی سے نہلائیں۔

اب درد گردہ کے دو آسان نسخے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مولی کا تازہ پانی دس تولہ میں چینی ملا کر صبح کے وقت پلا دیا کریں۔

۲۔ ایک تولہ قلمی شورہ کو اس حد تک کھرل کریں کہ اس میں بارہ تولہ مولی کا پانی جذب ہو کر قلمی شورہ گولی باندھنے کے قابل ہو جائے۔ جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنا لیں۔ ایک گولی روزانہ بوقت صبح گرم پانی سے کھلائیں اور مولی کا نمک ایک ماشہ کی دن میں چار پانچ خوراکیں دیں۔

اب گردے اور مثانے کی پتھری کو نکالنے کا نسخہ ملاحظہ فرمائیں:

حجر الیہود ۵ تولہ، شورہ قلمی ۱۰ تولے۔ ایک کوزہ گلی لے کر اس میں نصف شورہ قلمی بچھا کر اوپر حجر الیہود رکھ دیں اور باقی نصف شورہ اوپر بچھا کر اس پر ادھ سیر مولی کا پانی ڈال دیں۔ اب کوزہ کے منہ پر ڈھکنا دے کر گل حکمت کریں۔ اور دس سیر اپلوں کی آگ دیں۔ سرد ہونے پر نکالیں، پھر ادھ سیر مولی کا پانی ڈال کر گل حکمت کرکے دس سیر اپلوں کی آگ دیں۔ اسی طرح چھ مرتبہ مولی کا پانی ڈال کر چھ مرتبہ آگ دیں اور سرد ہونے پر نکال کر پیس کر شیشی میں رکھیں۔

مذکورہ بالا دوائی ایک رتی، جوکھار نصف رتی، اور مولی کا نمک نصف رتی ملا کر ایک پڑیا بنائیں اور روزانہ صبح سویرے شربت بزوری سے کھلایا کریں۔ انشاءاللہ ہفتہ عشرہ میں تمام پتھری خارج ہو جائیگی اور دوبارہ پیدا نہیں ہوگی۔

جوکھار بھی مولی کے نمک کی طرح جو کے پودے سے تیار کرکے رکھیں۔

اب بواسیر کی گولیوں کا ایک نسخہ پیش خدمت ہے

آدھ سیر وزن کی ایک مولی لے کر اسے پتوں کی طرف سے کھود کر ایک گڑھا بنا لیں۔ اس گڑھے میں رسونت خالص ۴ تولہ، قلمی شورہ ۲ تولہ بھر کر اوپر سے مولی کے گودے سے بھر دیں۔ اب مولی کو کپڑے اور مٹی سے خوب اچھی طرح بند کریں۔ مٹی خشک ہونے پر پانچ سیر اپلوں کی آگ دیں۔ مولی گلنے پر نکال کر کھرل میں ڈالیں اور زور دار ہاتھوں سے کھرل کریں اور جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنا لیں۔

صبح و شام ایک سے دو گولیوں تک پانی سے کھلائیں۔ ایک مہینہ متواتر کھلانے سے بواسیر سے نجات پائیں گے۔ انشاءاللہ،

دیہات کے باشندوں سے خصوصاً اور شہری لوگوں سے عموماً کہوں گا کہ وہ اس انتہائی سستی نعمت خداوندی سے فائدہ حاصل کریں اور اس موسم میں جب مولی عام ہے اس کا نمک ضرور تیار کریں اور ڈاکٹروں حکیموں اور ہسپتالوں کے چکر کاٹنے کے بجائے متعدد بیماریوں کا گھر بیٹھے علاج کریں اور حاجت مندوں کی بوقت ضرورت امداد بھی کریں۔

بقیہ : اداریہ

صدر سادات جب موٹروں کے جلوس میں قاہرہ کی سڑکوں پر سے گذرے تو استقبال کرنے والوں کے ٹھٹھ لگ چکے تھے۔ عوام نے والہانہ انداز میں ان کا استقبال کیا، اور سادات کو مخاطب کرکے نعرے لگائے کہ جب تک مکمل آزادی نہ مل جائے ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہزاروں افراد مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے اور بجلی کے کھمبوں سے لٹک رہے تھے، جس سے سامراج اور اس کے گماشتوں پر یہ حقیقت ایک بار پھر روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ فرزندان اسلام اپنے ناقابل تسخیر اتحاد کا خنجر اس کے سینے میں گھونپ کر رہیں گے۔ اب عرب عوام اپنی تقدیر کا فیصلہ خود اپنے عمل سے کریں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت اب انہیں اپنے ظلم کا نشانہ نہیں بنا سکے گی۔ اللھم اید الاسلام والمسلمین ء

۲۱-۲-۷۴

بچوں کا صفحہ

ایک شفیق باپ

قاضی فیوض الرحمٰن

ایک شفیق باپ کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حقیقی خدوخال دیکھنے ہوں تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی موت کا واقعہ ذہن میں لائیے۔

ایک ایسا بیٹا جو زندگی کے بالکل آخری ایام میں ملا ہو، جو مستقبل کی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا ہو ابھی اس نے زندگی کی دو بہاروں سے زیادہ بہاریں بھی نہ دیکھی ہوں اور وہ اسی دوران اس دار فانی

سجدہ لمبا کر دیا۔"

حضرت ابراہیمؓ کے انتقال پر غمناک نگاہیں پہاڑ کی طرح اٹھتی ہیں اور فرماتے ہیں "اے پہاڑ! جو مصیبت مجھ پر ٹوٹی ہے اگر تجھ پر ٹوٹتی تو ریزہ ریزہ ہو جاتا"۔ اور جب آپ کو روتا دیکھ کر حضرت اسامہؓ بن زید چیخ پڑتے ہیں تو حضور علیہ السلام انھیں یہ فرما کر خاموش کر دیتے ہیں کہ رونا تو رحمت

سعد عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ فرمایا "ہاں" یہ تو ایک شفیقانہ جذبۂ محبت و رحم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے اور رحمت خداوندی کے حقدار وہی لوگ ہیں جن کے دل کی دنیا رحم و کرم کے جذبات سے آباد ہے"

جس دن حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوتا ہے آسمان پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے، عربوں کے عقیدۂ توہم پرستی کے مطابق سورج یا چاند کو گرہن ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا یا مرتا ہے، حضور علیہ السلام صرف ایک باپ کی حیثیت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ خدا کے لاڈلے اور پیارے رسول ہونے کی حیثیت سے غلط عقاید کی بیخ کنی بھی ان کا اولین فریضہ تھا فرماتے ہیں "ہرگز نہیں، سورج اور چاند اللہ کی آیات قدرت کی دو —— نشانیاں ہیں، ان کا گرہن لگنا کسی کی موت یا کسی کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا"

ایک ایسا باپ جس کے دل کے سورج کو گرہن لگ چکا ہے وہ غم و اضطراب کے اس عالم میں بھی نسل انسانی کی اصلاح کو مدنظر رکھتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں کسی قسم کا غلط نظریہ پنپنے نہیں دیتا۔ سورج کو گرہن تو لگا ہے اور یہ ابراہیمؓ کی موت سے لگا ہے لیکن آسمان کے سورج کو نہیں البتہ خود اس کے دل کا سورج گہنا گیا ہے۔ اور اس کا سر عجز و نیاز خدا کی بارگاہ میں جھک کر اپنی نیازمندیوں کے اعتراف میں ڈوب جاتا ہے۔

"ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو ہمارے پروردگار کو ناپسند ہو —— صلی اللہ علیہ وسلم"

★

ترقی یافتہ معاشرہ ہمیشہ پاک وصاف ہوتا ہے

دُم علی الطہارۃ یوسع علیک الرزق۔
ہمیشہ پاک وصاف رہو تم پر روزی فراخ کر دی جائے گی

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اے کہ آلودگی تو شب و روز
فاقہ و فقر تو زیادہ شود
باطہارت باشی تا بہ تو
روزی تنگ تو کشادہ شود

بدن، لباس اور مکان کی طہارت اصل میں انسان کے افکار و خیالات کی پاکیزگی کا مظہر ہوتی ہے جس شخص کے خیالات ناپاک ہوں وہ ظاہری پاکیزگی کا کیا خیال رکھ سکتا ہے اس لیے لباس کی پاکیزگی دل کی طہارت کی بھی طلبگار ہوتی ہے۔

کسی معاشرے کے ترقی یافتہ ہونے کی ظاہری صورت یہ ہے کہ اس کے ارکان کے گھر کیسے ہیں۔ اگر ان میں صفائی ہے اگر اس معاشرے کے محلے یا قصبے میں پاکیزگی اور طہارت کا دور دورہ ہے تو وہ معاشرہ ترقی یافتہ ہے نہیں تو اسے پست سمجھنا چاہیئے۔

گھروں کی صفائی، گلیوں کی صفائی اور سڑکوں وغیرہ کی صفائی

اللہ
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا
فی شمارہ
۴۰ پیسے
مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
جلد نمبر —— ۱۹
شمارہ نمبر —— ۴۰

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۸۱-۲۳۷ T.B.C مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۹۷/۹/۲۹ ۲۰-۹ D.D مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M۲/۴۰-۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء

کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے تاکہ ہر جگہ حسن نظر آئے۔ اصل میں صفائی کا جذبہ انسان کے احساس حسن بقول امام ولی اللہ دہلوی "حب جمال" کا نتیجہ ہے اور جذبۂ حسن انسان کی انسانیت کا مظہر ہے جس انسان میں حسن کا جذبہ کمزور ہے وہ طہارت اور پاکیزگی کا خیال نہیں رکھ سکتا اور نہ فطرت میں جمال الٰہی کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

صفائی اور طہارت، جذبۂ حسن اور پاکیزگی کی تعلیم بچپن ہی سے ہونی چاہیئے۔ اس جذبے کی تربیت گھر میں ماں باپ کی اور مدارس میں اساتذہ کی نگرانی میں ہونی ضروری ہے۔ ماں باپ پہلے خود صفائی اور حسن شناسی کا ثبوت دیں اور پھر بچے کو تلقین کریں۔ بچے کے بدن خصوصاً ہاتھ پاؤں، ناخن، منہ وغیرہ کی صفائی کا خیال رکھیں اور لباس کی پاکیزگی پر زور دیں۔ گھر میں گندگی کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے اور ہر ایک بچے کے ذمے صفائی کا کوئی خاص شعبہ لگا دینا چاہیئے تاکہ وہ ذمہ داری کے ساتھ اس کام کو سرانجام دے۔ ایسے ہی مدارس میں اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ صفائی اور طہارت کو ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر سرانجام دیں تاکہ ان کے حفظان صحت کے اسباق خدا کی عبادت کا جزو بن جائیں۔ اس طرح وہ تعلیم و تدریس کا فرض بھی سرانجام دے رہے ہوں گے اور عبادت بھی کر رہے ہوں گے۔

بقیہ: بحث و مذاکرہ

کے لیے لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کریں اور نئی ابھرتی ترقی پسند طاقتوں سے پیدا ہونے والی ثقافت کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کریں۔ اصولی طور پر ہمارے اخبار نویسوں اور دانشوروں کو اقتصادی اور سیاسی انقلاب کے ہراول دستے کی حیثیت سے کام کرنا چاہیئے اور طبقاتی فکر و ثقافت سے قطع تعلق کر کے عوامی اور اشتراکی فکر و ثقافت کا علمبردار ہونا چاہیئے۔"

(مساوات ۱۰ نومبر ۷۳ء)

وفاقی وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئین کے تعارفی ہفتہ کے آغاز میں پاکستان کو زبانوں اور ثقافتوں کی فیڈریشن بتایا تھا۔ فرق بس صرف اتنا ہے کہ ولی خان کی دکان میں سودا ہی لسانی، ثقافتی اور جغرافیائی امتیازات ہیں جبکہ پارٹی کے مقتدر رہنما دبے الفاظ میں پاکستان کو ثقافتوں اور مختلف قومیتوں کا وطن کہتے ہیں۔

مقالہ کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب بھی چار قومیتوں کے حق میں ہیں۔ ان کے نزدیک "اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اپنے آپ کو سندھی، بلوچی یا سرحدی کہتا ہے تو اس کی وجہ سے کون سی قیامت برپا ہو جائے گی۔" ہم عرض کریں گے کہ بھٹو، خٹک، کھر، قریشی، بگٹی، اعوان، سید، شیخ وغیرہ شعوب و قبائل (یا ذاتیں) ہیں۔ جنہیں پہچان کی حد تک اسلام بھی تسلیم کرتا ہے۔ (سورہ حجرات ۱۳) چنانچہ اپنے نام کے ساتھ ان کا لکھنا معیوب نہیں بلکہ مطلوب ہے۔ عام لوگوں کا انہیں قوم کہنا اس اصطلاح کے مفہوم سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ جدید عالمی سیاسیات میں "قومیت" اور "قوم" کی اصطلاحیں بڑے گہرے اور دور رس بلکہ مہلک معانی کی حامل ہیں۔ آج کل جو انسانی گروہ کسی بنیاد (مثلاً زبان) پر اپنے آپ کو قومیت ثابت کر دے تو اسے اکثریت سے علیحدہ اپنی الگ اور آزاد ریاست قائم کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان کا قیام اسی فلسفہ کا مرہون منت ہے۔ مسلمانوں نے "مسلم قومیت" کی بنا پر اپنے آپ کو ہندوؤں سے الگ قوم ثابت کیا تھا۔ بدقسمتی سے ہمارے برسر اقتدار کرسیوں کے تحفظ میں محو رہے اور "مسلم قومیت" کی حفاظت نہ کی۔ نتیجۃً وطن عزیز میں قومیتوں کا بھوت اٹھا۔ بنگلہ قومیت مشرقی پاکستان کو لے ڈوبی، مغربی پاکستان کی نیا بھنور میں ڈانواں ڈول ہے۔ چار قومیتوں کے مہیب دیو اس میں ناچ رہے ہیں۔ ملی درد رکھنے والوں کی تو ہر دم یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مبارک نام کا صدقہ برصغیر میں اسلام کی بقا اور مسلمانوں کی سلامتی کے لیے از خود اسباب مہیا فرمائے

صبح گائے کی چھاچھ سے اور شام کو نیم گرم پانی سے کھلائیں۔ ہفتہ عشرہ میں صحت ہوگی۔

ورم جگر میں نمک مولی ایک ماشہ صبح و شام عرق مکوہ کے ہمراہ استعمال کرائیں۔

خشک خارش کے لیے مولی کا نمک ۶ ماشہ سرسوں کے تیل ۱۰ تولہ میں ملا کر بدن پر مالش کرائیں اور دو گھنٹہ بعد گرم پانی سے نہلائیں۔

اب درد گردہ کے دو آسان نسخے ملاحظہ فرمائیں:

۱- مولی کا تازہ پانی دس تولہ میں چینی ملا کر صبح کے وقت پلا دیا کریں۔

۲- ایک تولہ قلمی شورہ کو اس حد تک کھرل کریں کہ اس میں بارہ تولہ مولی کا پانی جذب ہو کر قلمی شورہ گولی باندھنے کے قابل ہو جائے۔ جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنا لیں۔ ایک گولی روزانہ بوقت صبح گرم پانی سے کھلائیں اور مولی کا نمک ایک ماشہ کی دن میں چار پانچ خوراکیں دیں۔

اب گردے اور مثانے کی پتھری کو نکالنے کا نسخہ ملاحظہ فرمائیں:

حجر الیہود ۵ تولہ، شورہ قلمی ۱۰ تولے۔ ایک کوزۂ گلی لے کر اس میں نصف شورہ قلمی بچھا کر اوپر حجر الیہود رکھ دیں اور باقی نصف شورہ اوپر بچھا کر اس پر آدھ سیر مولی کا پانی ڈال دیں۔ اب کوزہ کے منہ پر ڈھکنا دے کر گل حکمت کریں۔ اور دس سیر اپلوں کی آگ دیں۔ سرد ہونے پر نکالیں۔ پھر آدھ سیر مولی کا پانی ڈال کر گل حکمت کر کے دس سیر اپلوں کی آگ دیں۔ اسی طرح چھ مرتبہ مولی کا پانی ڈال کر چھ مرتبہ آگ دیں اور سرد ہونے پر نکال کر پیس کر شیشی میں رکھیں۔

مذکورہ بالا دوائی ایک رتی، جوکھار نصف رتی، اور مولی کا نمک نصف رتی ملا کر ایک پڑیا بنائیں اور روزانہ صبح سویرے شربت بزوری سے کھلایا کریں۔ انشاء اللہ ہفتہ عشرہ میں تمام پتھری خارج ہو جائے گی اور دوبارہ پیدا نہیں ہوگی۔

جوکھار بھی مولی کے نمک کی طرح جو کے پودے سے تیار کر کے رکھیں۔

خالص ۴ تولہ، قلمی شورہ ۲ تولہ بھر کر اوپر سے مو گودے سے بھر دیں۔ اب مولی کو کپڑے اور مٹی سے خوب اچھی طرح بند کریں۔ مٹی خشک ہونے پر پانچ اپلوں کی آگ دیں۔ مولی گلنے پر نکال کر کھرل میں ڈالیں اور زور دار ہاتھوں سے کھرل کریں اور ج بیر کے برابر گولیاں بنا لیں۔

صبح و شام ایک سے دو گولیوں تک پانی سے کھلائیں۔ ایک مہینہ متواتر کھلانے سے بواسیر سے نجات پائیں گے۔ انشاء اللہ۔

دیہات کے باشندوں سے خصوصاً اور شہری لوگوں سے عموماً کہوں گا کہ وہ اس انتہائی سستی نعمت خداوندی سے فائدہ حاصل کریں اور اس موسم میں جب مولی عام ہے اس کا نمک ضرور تیار کریں اور ڈاکٹروں، حکیموں اور ہسپتالوں کے چکر کاٹنے کے بجائے متعدد بیماریوں کا گھر بیٹھے علاج کریں اور حاجت مندوں کی بوقت ضرورت امداد بھی کریں۔

بقیہ: اداریہ

صدر سادات جب موٹروں کے جلوس میں قاہرہ کی سڑکوں پر سے گزرے تو استقبال کرنے والوں کے ٹھٹھ لگ چکے تھے۔ عوام نے والہانہ انداز میں ان کا استقبال کیا، اور سادات کو مخاطب کر کے نعرے لگائے کہ جب تک مکمل آزادی نہ مل جائے ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہزاروں افراد مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے اور بجلی کے کھمبوں سے لٹک رہے تھے، جس سے سامراج اور اس کے گماشتوں پر یہ حقیقت ایک بار پھر روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ فرزندان اسلام اپنے ناقابل تسخیر اتحاد کا خنجر اس کے سینے میں گھونپ کر رہیں گے۔ اب عرب عوام اپنی تقدیر کا فیصلہ خود اپنے عمل سے کریں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت اب انہیں اپنے ظلم کا نشانہ نہیں بنا سکے گی۔ اللّٰھم اید الاسلام والمسلمین۔

۲۱-۲-۷۴

عبداللہ انور پبلشر